شب براءت کی فضیلت
بجواب
"شب براءت کیا ہے؟" مؤلفہ حبیب الرحمن صدیقی
تالیف
حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک

فہرست مضامین

گزارشِ احوال

آجکل دیکھنے میں آرہا ہے کہ صدیوں سے طے شدہ مسائل اور اسلاف سے منقول و متوارث اعمال میں لغزش پیدا کرنا اور اپنی خود ساختہ تحقیق کی بنیاد پر ان مسائل و اعمال کی اہمیت کو ختم کرنا ایک فیشن بن گیا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ عوام الناس صراطِ مستقیم سے قریب ہونے کے بجائے دور ہوتے جا رہے ہیں، جدید دور کے جدید محققین کی کچھ ایسی تحریرات سامنے آ رہی ہیں جو ایمان و یقین میں اضافہ کا موجب بننے کے بجائے ان میں تزلزل کا سبب بن رہی ہیں اور ان سے صرف عوام ہی نہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار اور دینی و مذہبی شعور رکھنے والے لوگ بھی متاثر ہو رہے ہیں۔

ان جدید محققین کے تختۂ مشق بننے والے مسائل میں سے ایک شبِ براءت کی فضیلت کا مسئلہ بھی ہے، ہمارے اسلاف و اکابر ہمیشہ سے اس شب کی فضیلت اور اس میں شب بیداری و عبادت گزاری کے قائل و عامل رہے ہیں، کبھی کسی نے اس شب کی فضیلت کا انکار نہیں کیا، اس لئے چاہیئے تو یہ تھا کہ اسلاف و اکابر کے نظریہ کے مطابق اس شب کی فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس میں شب بیداری و عبادت گزاری کو معمول بنایا جاتا، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ بہت سے لوگ اس شب کی فضیلت کے منکر ہو گئے ہیں اور اس شب میں شب بیداری و عبادت گزاری کو برا سمجھنے لگے ہیں، اسی پر بس نہیں یہ لوگ تحریراً و تقریراً اپنے ساتھ دوسروں کی گمراہی کا بھی سبب بن رہے ہیں۔

اس صورت کے پیش نظر راقم الحروف نے ماہنامہ "انوارِ مدینہ" لاہور میں شبِ براءت سے متعلق ایک مفصل و مدلل مضمون لکھا تھا جس میں کتاب و سنت کی روشنی میں اس شب کی شرعی حیثیت کو اجاگر کیا گیا تھا، بعد میں خیال ہوا کہ اس شب کی فضیلت کے خلاف لکھے جانے والے لٹریچر کا بھی جائزہ لینا چاہیے تاکہ وہ عوام الناس کی گمراہی کا سبب نہ بنے اس سلسلہ میں احقر نے مکتبہ ادوکی آر کراچی کے حبیب الرحمٰن صدیقی صاحب کی چھوٹی بڑی تصانیف سامنے آئیں "شبِ براءت کیا ہے؟" اور "شبِ براءت کی حقیقت"، ان دونوں تصانیف کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ صدیقی صاحب نے ان میں انصاف کا خون کرتے ہوئے انتہائی دجل و تلبیس اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور ان تصانیف میں سوائے اس کے کہ فضائل اعمال میں وارد احادیث پر بلا جواز جرح کرکے ان کی اہمیت ختم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور کچھ نہیں۔ حالانکہ فضائل اعمال میں وارد ہونے والی احادیث کی نوعیت احادیثِ احکام سے مختلف ہوتی ہے۔ اصول حدیث کی رو سے فضائل اعمال میں وارد احادیث کی اسناد میں تساہل سے کام لیا جاتا ہے اور ان کی زیادہ جانچ پرکھ نہیں کی جاتی، چنانچہ

امام سخاوی شافعیؒ (م ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"امام بیہقیؒ نے "المدخل" میں اس کی بابت ابن مہدیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال و حرام اور احکام کے بارے میں کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سختی سے کام لیتے ہیں اور رجال کی خوب جانچ پرکھ کرتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں اور ثواب و عقاب میں کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں نرمی اور رجال میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ میمونیؒ کی روایت میں امام احمدؒ کے الفاظ اس طرح ہیں کہ زہد و رقاق کی حدیثیں تساہل کی متحمل ہیں حتیٰ کہ کوئی ایسی چیز آجائے جس میں کوئی حکم ہو۔"[1]

---

[1] فتح المغیث ج ۱ ص ۳۳۳

صدیقی صاحب اگر اصولِ حدیث کے اس ضابطے کو پیشِ نظر رکھتے تو انہیں شبِ برات کی فضیلت کے خلاف کتابیں لکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی، کیونکہ شبِ برات کی فضیلت کے سلسلے میں وارد احادیث ایک تو فضائلِ اعمال سے متعلق ہیں جن میں ایسے ضعاف سے چشم پوشی جائز ہے، دوسرے وہ احادیث ایسی ہیں جن کے شواہد و متابع موجود ہیں اور ایسی احادیث فضائلِ اعمال تو معمولی بات ہے احکام میں بھی حجت ہوتی ہیں، تیسرے وہ احادیث شدید قسم کی ضعیف اور موضوع نہیں ہیں کہ ان سے استدلال صحیح نہ ہو بلکہ وہ حسن اور صحیح لغیرہ کے درجے کی ہیں جو بلا شبہ حجت ہوتی ہیں چوتھے شبِ برات میں شب بیداری اور عبادت گزاری اسلاف سے متوارث چلی آ رہی ہے فقہاء نے باقاعدہ اس کے احکام لکھے ہیں، اور کسی عمل کا اسلاف سے متوارث چلے آنا خود اس عمل کے صحیح ہونے کی ایک دلیل ہے، اس صورت میں ہمیں صدیقی صاحب کی کتابوں کے جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن چونکہ یہ کتب عوام الناس کی گمراہی کا سبب بن رہی ہیں اس لیے ہم نے ان کا جواب دینا ضروری سمجھا۔

ہماری یہ تحریر دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں شبِ برات کی فضیلت سے متعلق وہ مضمون ہے جو ماہنامہ انوارِ مدینہ میں "فضیلت کی راتیں" کے زیرِ عنوان چھپا تھا دوسرے حصے میں صدیقی صاحب کے رسالے "شبِ برات کیا ہے؟" کا جواب ہے۔ یاد رہے کہ ہم نے اپنی اس تحریر میں صدیقی صاحب کے رسالے کا جواب لکھا ہے جس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ یہ بڑی کتاب کا خلاصہ ہے اور تمام ضروری باتیں اجمالاً اس میں آگئی ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ مختصر ہونے کی وجہ سے اسی کو زیادہ پڑھتے ہیں بڑی کتاب کی طرف التفات کم ہوتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ بڑی کتاب کا جواب بھی خاصا ہے کہ گمراہی ہوتا، جو سبب بن سکتا تھا عدمِ التفات کا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے ہمیں پورا یقین ہے کہ قارئین اس

جواب کو پڑھ کر بخوبی اس بات کا اندازہ لگا لیں گے کہ صدیقی صاحب نے اپنی کتابوں میں محض دجل و فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور ان کی یہ جدید تحقیق دراصل کوئی تحقیق نہیں تشکیک ہے۔ اور شب برات کی فضیلت سے متعلق انکا نظریہ اسلاف کے نظریہ سے متعارض و متصادم ہونے کی بنا پر گمراہ کن ہے۔ اس لیے ان کی کتابوں سے متاثر اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

قارئین محترم : ہم نصیحت و خیر خواہی کے جذبہ سے انتہائی دیانت داری کے ساتھ یہ عرض کریں گے کہ صدیقی صاحب نے اپنی سب ہی کتابوں میں دجل و فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اس لئے عوام ان کے دام تزویر میں نہ آئیں گمراہی سے بچیں اور صراط مستقیم کو اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس جوابی تحریر کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرما کر اسے عوام الناس کی ہدایت اور ہماری نجات کا ذریعہ بنا دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

نعیم الدین

شب برات
کی
فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ شعبان المعظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت و بزرگی والی رات ہے جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں۔

"مَا مِنْ لَيْلَةٍ بَعْدَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ
أَفْضَلُ مِنْ لَيْلَةِ نِصْفِ شَعْبَانَ" [1]

لیلۃ القدر کے بعد شعبان کی پندرھویں شب سے زیادہ کوئی رات افضل نہیں۔

اس رات کے کئی نام ہیں۔

(۱) لیلۃ المبارکہ : برکتوں والی رات۔

(۲) لیلۃ الرحمۃ : اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کے نزول کی رات۔

(۳) لیلۃ الصّک : دستاویز والی رات۔

(۴) لیلۃ البراءۃ : دوزخ سے چھٹکارا ملنے اور بری ہونے کی رات۔

---

[1] لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی ص ۱۴۵

عرفِ عام میں اسے شبِ برات کہتے ہیں۔ شب کے معنیٰ فارسی میں رات کے ہیں اور برات عربی کا لفظ ہے جس کے معنیٰ بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں، چونکہ اس رات رحمتِ خداوندی کے طفیل لاتعداد انسان دوزخ سے نجات پاتے ہیں اس لیے اس رات کو "شبِ برات" کہتے ہیں، یہ شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس شب کی بڑی فضیلت اور خصوصیات ذکر کی گئی ہیں، پہلے ہم تفصیل سے وہ احادیث ذکر کرتے ہیں اس کے بعد جو احکام و مسائل ان احادیث سے مستنبط ہوتے ہیں وہ ذکر کیے جائیں گے، آج کل چونکہ شبِ برات کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث کے متعلق یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ یہ احادیث سب کی سب یا تو موضوع و من گھڑت ہیں یا شدید قسم کی ضعیف ہیں؟ اس لیے ہم ان احادیث کی سندی حیثیت بھی تفصیل کے ساتھ حاشیہ میں ذکر کریں گے تاکہ اس گمراہ کن پروپیگنڈہ کی اچھی طرح سے قلعی کھل جائے اور ان لوگوں کو سادہ لوح عوام کے گمراہ کرنے کا موقعہ نہ مل سکے، پہلے وہ احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

اس شب میں کیا ہوتا ہے؟

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ	سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ
هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِيْ	نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے
هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِيْ	اس رات یعنی شعبان کی
لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ	پندرھویں شب میں کیا ہوتا

شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ فِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ بَنِیْ آدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَ فِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِّنْ بَنِیْ آدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَ فِيْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ [1] (الحدیث)

ہے، انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس شب میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے بھی پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے اس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی مقررہ روزی اترتی ہے۔

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو خدا

---

[1] مشکوٰۃ، ص ۱۱۵

النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ دُفِعَ اِلٰى مَلَكِ الْمَوْتِ صَحِيْفَةٌ فَيُقَالُ اقْبِضْ مَنْ فِىْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَغْرِسُ الْغِرَاسَ وَيَنْكِحُ الْاَزْوَاجَ وَيَبْنِى الْبُنْيَانَ وَاِنَّ اسْمَهٗ قَدْ نُسِخَ فِى الْمَوْتٰى" ۔ [1]

کی طرف سے ایک فہرست ملک الموت کو دی جاتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ جن جن لوگوں کا نام اس فہرست میں درج ہے اُن کی روحوں کو قبض کرنا، کوئی بندہ تو باغوں کے درخت لگا رہا ہوتا ہے کوئی شادی کر رہا ہوتا ہے کوئی تعمیر میں مصروف ہوتا ہے حالانکہ اس کا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوتا ہے

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ الْاَخْنَسِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقْطَعُ الْاٰجَالُ مِنْ شَعْبَانَ اِلٰى شَعْبَانَ

حضرت عثمان بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (سارے زمین والوں) کی، عمریں ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک طے کی جاتی ہیں یہاں تک کہ انسان شادی بیاہ کرتا ہے اس

---

[1] لطائف المعارف، ص ۱۴۸، ما ثبت بالسنۃ عربی اردو ص ۳۵۳ طبع دار الاشاعت کراچی۔ مصنف عبدالرزاق، ج ۴، ص ۳۱۷

حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيَنْكِحُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَقَدْ خَرَجَ اسْمُهٗ فِي الْمَوْتٰى" [1]

کے بچے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔

عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يُوْحِي اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى مَلَكِ الْمَوْتِ بِقَبْضِ كُلِّ نَفْسٍ يُرِيْدُ قَبْضَهَا فِيْ تِلْكَ السَّنَةِ" [2]

حضرت راشد بن سعدؒ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کی پندرھویں شب کو اللہ تعالیٰ ان تمام روحوں کو قبض کرنے کی تفصیل ملک الموت کو بتا دیتے ہیں جو اس سال میں قبض کی جائیں گی۔

شب برات میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور چند افراد کے سوا سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں

عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

---

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری ج ۲۵ ص ۶۵، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۶ ص ۱۲۶، تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ج ۴ ص ۱۳۷، وقال حدیث مرسل، شعب الایمان ج ۳ ص ۳۸۶

[2] اخرجہ الدینوری فی المجالسۃ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۱۱۳

الصِّدِّيْقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ اللهُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ شَيْءٍ إِلَّا رَجُلٍ مُشْرِكٍ أَوْ رَجُلٍ فِيْ قَلْبِهِ شَحْنَاءُ [۱]

عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالے نصف شعبان کی شب آسمان دُنیا کی طرف نزول اجلال فرماتے ہیں اور اس شب ہر کسی کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوائے مشرک کے یا ایسے شخص کے جس کے دل میں بغض ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ أَنْ يَحِيْفَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ کی جستجو میں نکلی، کیا دیکھتی ہوں کہ آپ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا

---

[۱] شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۸۰، شرح السنۃ للبغوی ج ۴ ص ۱۲۶۔ قال الہیثمی رواہ البزار وفیہ عبدالملک بن عبدالملک ذکرہ ابن ابی حاتم ولم یضعفہ وبقیۃ رجالہ ثقات، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۵ قال المنذری فی ترغیبہ رواہ البزار والبیہقی من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ باسناد لا بأس بہ، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۱۸۔ قال الالبانی لا بأس بہ فی الشواہد، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ج ۳ ص ۱۳۶۔

اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهٗ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ". [1]

اے عائشہؓ کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ خدا اور رسول تم پر زیادتی کر سکتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب آسمانِ دنیا کی طرف نزولِ اجلال فرماتے ہیں اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

---

[1] رواہ الترمذی وقال حدیث عائشۃ لا نعرفہ الا من هذا الوجه من حدیث الحجاج وسمعت محمدا یضعف هذا الحدیث وقال یحیی بن ابی کثیر لم یسمع من عروۃ وقال محمد والحجاج لم یسمع من یحیی بن کثیر، ترمذی ج ۱ ص ۱۵۶، ابن ماجہ ص ۱۰۰، مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۸، شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۹، فضائل الاوقات ص ۱۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۴۳۸، شرح السنۃ للبغوی ج ۴ ص ۱۲۶، منتخب مسند عبد بن حمید ص ۴۳۷، مشکوٰۃ ص ۱۱۴، قال الالبانی وجملۃ القول ان الحدیث بمجموع هذه الطرق صحیح بلا ریب والصحۃ تثبت (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شبِ برات میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتے ہیں جس کی برکت سے سوائے چند افراد کے سب کی مغفرت ہو جاتی ہے

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات نظرِ رحمت فرما کر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) وقل منها ما دامت سالمة من الضعف الشديد كما هو الشأن في هذا الحديث اھ سلسلة الأحاديث الصحيحة ج ۳ ص ۱۳۹
البانی کہتے ہیں۔ تو حاصلِ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ان تمام طرق کے سبب بلا شک و شبہ صحیح ہے اور صحتِ حدیث تو ان طرق سے بہت کم سے ثابت ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ ضعف شدید سے سلامت رہے جیسا کہ اس حدیث کا معاملہ ہے (کہ اس کا ضعف شدید نہیں ہے) لہٰذا یہ تعددِ طرق کی وجہ سے صحیح ہے)

[1] ابن ماجہ ص ۱۰۱، شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۸۲، فضائل الاوقات للبیہقی ص ۱۲۲، مشکوٰۃ ص ۱۱۵، قال الالبانی في تحقيق مشكوٰة إسناده ضعيف، فيه ابن لهيعة وهو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَطَّلِعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى إِلٰى خَلْقِهِ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ"۔ ؎۱

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرما کر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ضعیف وقد اضطرب في إسناده وفيه انقطاع أيضا لما نصّ عليه المنذري لكن الحديث قوي عندي لشواهده وقد ذكرتها في تعليقي على رسالة الأخ محمد نسيب الرفاعي في هذه الليلة، مشكوٰة محقق، ج ۱، ص ۴۰۹۔

؎۱ رواه البيهقي في فضائل الأوقات ص ۱۱۹، وقال محققه عدنان عبد الرحمٰن إسناده حسن، ورواه البيهقي في شعب الإيمان ج ۳، ص ۳۸۲ وقال وقد روينا هذا من أوجه، وفي ذلك دلالة على أن للحديث أصلاً من حديث مكحول، ورواه ابن حبان في صحيحه ج ۱۲، ص ۴۸۱، وقال محققه شعيب الأرنؤوط حديث صحيح بشواهده ورجاله ثقات إلا أن فيه انقطاعا مكحول لم يلق مالك بن يخامر، ورواه الطبراني في معجمه الكبير ج ۲۰، ص ۱۰۹، وقال محققه حمدي عبد المجيد السلفي قال شيخنا في تعليقه ←

عَنْ أَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِطَّلَعَ اللهُ إِلَى خَلْقِهِ فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيُمْلِيْ لِلْكَافِرِيْنَ وَيَدَعُ أَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتّٰى يَدَعُوْهُ [له]

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے تو خداوند عالم اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرما کر مسلمانوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں، کافروں کو مہلت دیتے ہیں اور کینہ وروں کو ان کے کینہ کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں تاوقتیکہ وہ کینہ کو چھوڑ دیں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) على رسالة ليلة النصف من شعبان ص ۲، وهو حديث صحيح لشواهده الكثيرة .... فهذه الطرق الكثيرة لا يشك من وقف عليها أن الحديث صحيح لا سيما وبعض طرقه حسن لذاته، كحديث معاذ وأبي بكر رضي الله عنهما الخ قال الهيثمي رواه الطبراني في الكبير والأوسط ورجالهما ثقات. مجمع الزوائد ۸/ ۶۵

له رواه البيهقي في فضائل الأوقات، ص ۱۲۱، وفي شعب الإيمان ج ۳، ص ۳۸۱، وقال وهو أيضا بين مكحول وأبي ثعلبة مرسل جيد، ورواه الطبراني في معجمه الكبير (ج ۲۲، ص ۲۲۳) وقال محققه قال شيخنا في ظلال الجنة (۱/ ۲۲۳)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهٖ إِلَّا لِاثْنَيْنِ مُشَاحِنٍ وَقَاتِلِ نَفْسٍ" لہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کی پندرھویں شب اللہ عز و جل اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرماتے ہوئے سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں (۱) کینہ ور (۲) کسی کا ناحق قتل کرنیوالا۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) حديث صحيح ورجاله ثقات غير الأحوص بن حكيم فإنه ضعيف الحفظ كما في التقريب فلعله يستشهد به فيتقوى بحديث معاذ المتقدم (۲۰/ ۲۱۵) وبشواهده المتقدمة وغيرها مما سبقت الإشارة إليه فقد ذكر تلك الشواهد شيخنا في سلسلة الأحاديث الصحيحة رقم ۱۱۴۴)

لہ مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶ وذكره الهيثمي وقال فيه ابن لهيعة وهو لين وبقية رجاله وثقوا، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۵ وذكره المنذري في ترغيبه (ج ۳ ص ۴۹۰) وقال رواه أحمد بإسناد لين، قال الألباني: وهذا إسناد لا بأس به في المتابعات والشواهد قال الهيثمي وابن لهيعة لين الحديث وبقية رجاله وثقوا وقال الحافظ المنذري إسناده لين، ولكن تابعه رشدين بن سعد بن حيي به أخرجه ابن حيوة في حديثه فالحديث حسن“ سلسلة الأحاديث الصحيحة ج ۳ ص ۱۳۶۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ" [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ سوائے مشرک اور کینہ ور کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَطَّلِعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ كُلِّهِمْ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ" [2]

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کی پندرہویں شب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتے ہوئے سوائے مشرک اور کینہ ور کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

---

[1] رواه البزار، قال الهيثمي فيه هشام بن عبد الرحمن ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۶۵ -

[2] رواه البزار وقال الهيثمي فيه عبد الرحمن بن زياد بن انعم وثقه احمد بن صالح وضعفه جمهور الائمة، وابن لهيعة لين وبقية رجاله ثقات، مجمع الزوائد ج ۸، ص ۶۵ -

عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَغْفِرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا الْمُشْرِكَ وَالْمُشَاحِنَ" [1]

حضرت کثیر بن مرہ رحمہ اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، شعبان کی پندرہویں شب اللہ عزوجل تمام اہل زمین کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ ور کے۔

شب برات میں ایک منادی کی ندا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَادَى مُنَادٍ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ؟

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارتا ہے

---

[1] رواه البیہقی فی شعب الایمان (ج ۳، ص ۳۸۱) وقال ھذا مرسل جید، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰، ص ۴۳۸، مصنف عبدالرزاق ج ۴، ص ۳۱۶۔

هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ، فَلَا يَسْأَلُ أَحَدٌ شَيْئًا إِلَّا أُعْطِيَ إِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا أَوْ مُشْرِكٌ۔ [1]

کہ کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اس کی مغفرت کردوں کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کروں اس وقت خدا سے جو مانگتا ہے اس کو ملتا ہے سوائے بدکار عورت اور مشرک کے۔

شب برات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور شب بیداری کی

قالت عائشة دخل عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضع عنه ثوبيه ثم لم يستتمّ ان قام فلبسهما فأخذتني غيرة

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اپنے کپڑے اتار دئے تھوڑی دیر گزرنے نہ پائی تھی کہ آپ نے ان کو پھر پہن لیا مجھ کو یہ خیال آیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی

---

[1] رواہ البیہقی فی فضائل الاوقات (ص ۱۲۸) وقال محققہ عدنان عبدالرحمٰن اسنادہ حسن، ورواہ البیہقی فی شعب الایمان ج ۳، ص ۳۸۳۔

شديدة فظننت
انه يأتي بعض
صويحباتي فخرجت
اتبعه فادركته
بالبقيع، بقيع الغرقد
يستغفر للمؤمنين
والمؤمنات والشهداء
فقلت بابي وامي
انت في حاجة ربك
وانا في حاجة
الدنيا فانصرفت
فدخلت حجرتي
ولي نفس عال و
لحقني رسول الله
صلى الله عليه وسلم
فقال: ما هذا النفس
يا عائشة؟ فقالت
بابي وامي اتيتني
فوضعت عنك ثوبيك
ثم لم تستتم ان
قمت فلبستهما فاخذني

اور کے پاس جا رہے ہیں
اس لیے مجھے بہت غیرت
آئی، میں آپ کے پیچھے
پیچھے ہو لی، جا کر دیکھا تو آپ
جنت البقیع میں مسلمان مردوں
اور عورتوں کے لیے استغفار
کر رہے ہیں میں نے دل میں
کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ
قربان جائیں آپ خدا کے کام
میں مصروف ہیں اور میں
دنیا کے کام میں، میں وہاں
سے واپس اپنے حجرے میں چلی
آئی (اس آنے جانے میں)
میرا سانس پھول گیا، اتنے میں
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
تشریف لے آئے اور دریافت
فرمایا یہ سانس کیوں پھول رہا
ہے میں نے عرض کیا آپ پر
میرے ماں باپ قربان ہوں
آپ میرے پاس تشریف لائے
اور آپ نے جلدی سے دوبارہ

غيرة شديدة
ظننت انك اتيت
بعض صويحباتي
حتى رأيتك بالبقيع
تصنع ما تصنع
فقال " يا عائشة
أكنت تخافين
ان يحيف الله
عليك ورسوله
بل اتاني جبريل
عليه السلام
فقال هذه الليلة
ليلة النصف
من شعبان
ولله فيها عتقاء
من النار بعدد
شعور غنم كلب
لا ينظر الله فيها
الى مشرك ولا الى
مشاحن ولا الى
قاطع رحم ولا الى

گزرے ہیں لیے، مجھ کو یہ خیال
ہوگیا سخت شک ہوا کہ آپ
ازواج مطہرات میں کسی اور کے
پاس تشریف لے گئے ہیں
نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں
نے آپ کو خود بقیع غرقد میں
جا دیکھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟
آپ نے فرمایا۔ عائشہ کیا تمہارا
یہ خیال تھا کہ خدا اور خدا کا
رسول تمہارا حق ماریں گے؟
دراصل بات یہ ہے کہ جبرئیل
علیہ السلام میرے پاس تشریف
لائے اور فرمایا کہ یہ رات شعبان
کی پندرہویں رات ہے اور
خداوند عالم اس رات میں
بہت سے لوگوں کو دوزخ سے
آزاد کرتا ہے جو کہ قبیلہ کلب
کی بکریوں کے بالوں سے بھی
زیادہ ہوتے ہیں۔ مگر اس میں
خدا تعالیٰ مشرکین، کینہ ور، رشتے
ناطے توڑنے والے، ازار ٹخنوں

مسبل ولا الی عاقّ
لوالدیه ولا الی
مدمن خمر، قال
ثم وضع عنه ثوبیه
فقال لی "یا عائشة
تأذنین لی فی قیام
هذه اللیلة" فقلت
نعم بأبی وامی
فقام فسجد لیلاً
طویلاً حتی ظننت
انه قبض فقمت
التمسته ووضعت
یدی علی
باطن قدمیه فتحرك
ففرحت وسمعته
یقول فی سجوده
"اعوذ بعفوك
من عقابك واعوذ
برضاك من سخطك
واعوذ بك منك جل
وجهك لا احصی ثناء

سے نیچے رکھنے والے،
ماں باپ کے نافرمان
اور شراب کے عادی لوگوں
کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتے
اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ
عائشہ کیا تم مجھ کو اجازت دیتی
ہو کہ آج رات قیام کروں میں
نے کہا کہ بیشک آپ پر میرے
ماں باپ قربان ہوں، آپ نے
قیام کے بعد ایک طویل سجدہ
کیا یہاں تک کہ مجھ کو خیال ہوا
کہ آپ کی وفات ہو گئی۔
میں نے چھونے کا ارادہ کیا
اور آپ کے تلووں پر اپنا ہاتھ
رکھا تو کچھ حرکت معلوم ہوئی
میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دعا
مانگتے سنا " اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ
مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ
مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ
جَلَّ وَجْهُكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً
عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی

عليك انت كما
اثنيت على نفسك
فلما اصبح ذكرتهن
له فقال يا عائشة
تعلمتهن و فقلت
نعم فقال تعليهن
وعلميهن فان جبريل عليه
السلام علمنيهن وامرني ان
اردوهن في السجود[1]

عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ
الْحَارِثِ أَنَّ عَائِشَةَ
قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ
يُصَلِّيْ فَأَطَالَ
السُّجُوْدَ حَتّٰى ظَنَنْتُ
أَنَّهُ قَدْ قُبِضَ فَلَمَّا
رَأَيْتُ ذٰلِكَ قُمْتُ
حَتّٰى حَرَّكْتُ إِبْهَامَهُ

تعریف کی۔ صبح کو میں نے آپ
سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ
اے عائشہ تم اس دعا کو یاد کر لوگی؟
میں نے عرض کیا کہ ضرور،
آپ نے فرمایا کہ سیکھ لو
مجھ کو یہ کلمات جبرئیل
علیہ السلام نے سکھائے
ہیں اور کہا ہے کہ سجدہ میں
ان کو بار بار پڑھا کرو۔

حضرت علاء بن حارث
رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رات کو اٹھے اور
نماز پڑھنے لگے اور اتنے
لمبے سجدے کیے کہ مجھے یہ
خیال ہوا کہ آپ کی وفات
ہو گئی ہے۔ میں نے جب
یہ معاملہ دیکھا تو میں اٹھی اور

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان (ج ۳ ص ۱۲۵) وقال ہذا اسناد ضعیف ...

فَتَحَرَّكَ فَرَجَعْتُ
فَلَمَّا رَفَعَ إِلَيَّ
رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ
وَفَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ
قَالَ يَا عَائِشَةُ
اَوْ يَا حُمَيْرَاءُ اَظَنَنْتِ
اَنَّ النَّبِيَّ قَدْ
خَاسَ بِكِ، قُلْتُ
لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَلٰكِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ
قُبِضْتَ لِطُوْلِ سُجُوْدِكَ
فَقَالَ اَتَدْرِيْنَ
اَيَّ لَيْلَةٍ هٰذِهٖ؟
قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
اَعْلَمُ قَالَ هٰذِهٖ
لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ
شَعْبَانَ اِنَّ اللّٰهَ
عَزَّ وَجَلَّ يَطَّلِعُ
عَلٰى عِبَادِهٖ
فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ
مِنْ شَعْبَانَ

آپ کے پاؤں کے انگوٹھے
کو حرکت دی، اس میں
حرکت ہوئی، میں واپس
لوٹ آئی جب آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے سجدے سے
سر اٹھایا اور نماز سے فارغ
ہوئے تو فرمایا اے عائشہ
یا فرمایا اے حمیراء کیا تمہارا
یہ خیال ہے کہ (اللہ کا)
نبی تمہاری حق تلفی کرے گا
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بخدا ایسی
بات نہیں ہے، درحقیقت مجھے
یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کی
وفات ہو گئی ہے کیونکہ آپ
نے سجدے بہت لمبے کیے
تھے۔ آپ نے فرمایا جانتی ہو
یہ کونسی رات ہے؟ میں
نے عرض کیا اللہ اور اس
کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا

فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِيْنَ وَيَرْحَمُ الْمُتَرَحِّمِيْنَ وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحِقْدِ كَمَا هُمْ"[1]

یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے اللہ عزوجل اس رات اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتے ہیں بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں طالبین رحم پر رحم فرماتے ہیں اور کینہ وروں کو انکی حالت ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔

پندرہویں رات میں شب بیداری و صبح روزہ رکھنے کا حکم

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا نَهَارَهَا فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو نماز پڑھو اور اگلے دن روزہ رکھو، کیونکہ غروب شمس سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر رہتے ہیں اور فرماتے

---

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان وقال ھذا مرسل جید، ج ۳ ص ۳۸۲

إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ	ہیں "ہے کوئی مجھ سے بخشش
أَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ	مانگنے والا کہ میں اسے بخش
فَأَغْفِرَ لَهُ أَلَا	دوں ؟ ہے کوئی رزق طلب
مُسْتَرْزِقٌ فَأَرْزُقَهُ	کرنے والا کہ میں اسے رزق
أَلَا مُبْتَلًى فَأُعَافِيَهُ	دے دوں ؟ ہے کوئی مصیبت
أَلَا كَذَا	زدہ کہ میں اسے مصیبت سے
أَلَا كَذَا حَتّٰى	نجات دوں ؟ ہے کوئی ایسا
يَطْلُعَ الْفَجْرُ لے	ہے کوئی ویسا "

شب برات سے متعلق احکام و مسائل

نمبر ۱ : مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شب برات ایک انتہائی فضیلت و بزرگی والی رات ہے اس رات کے متعلق دس جلیل القدر صحابۂ کرام سے روایات منقول ہیں جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عوفؓ بن مالک، حضرت ابو موسیٰؓ اشعری حضرت عبد اللہؓ بن عمرو بن عاص، حضرت ابو ثعلبہؓ خشنی، حضرت عثمانؓ بن ابی العاص رضی اللہ عنہم، ان کے علاوہ جلیل القدر تابعین سے بھی بہت سی روایات منقول ہیں۔ ہم نے یہ روایات نمبروار ذکر کر کے ان کے متعلق جو

لے ابن ماجہ ص ۱۰۰، شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۸۰، فضائل الاوقات للبیہقی ص ۱۲۲، مشکوٰۃ ص ۱۱۵، کنز العمال ج ۱۲ ص ۳۱۳، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۴۲

نقد وجرح محدثین نے کی ہے وہ حاشیہ میں ذکر کردی ہے، اس قدر کثیر روایات کی موجودگی میں بھی اگر کوئی اس شب کی فضیلت کا انکار کرتا ہے تو اس کا نصیب۔

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اہل سنت والجماعت ہمیشہ سے اس شب کی فضیلت و بزرگی کا اعتقاد رکھتے چلے آئے ہیں، چنانچہ علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۷ھ) شب برات کے متعلق اسلاف کا نظریہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"ولا شك انها	اور کوئی شک نہیں کہ یہ رات
ليلة مباركة عظيمة	بڑی بابرکت اور اللہ تعالیٰ
القدر عند الله	کے یہاں بڑی عظمت والی ہے
تعالیٰ ...... وكان	اور (ہمارے) اسلاف رضی اللہ
السلف رضي الله عنهم	عنہم اس کی بڑی تعظیم کرتے
يعظمونها ويشمرون	تھے اور اس کے آنے سے
لها قبل اتيانها	پہلے ہی اس کے لیے تیاری
فما تأتيهم	کرتے تھے، جب یہ رات آتی
الا وهم متاهبون	تھی تو وہ اس کی ملاقات اور
للقائها والقيام بحرمتها	اس کی حرمت وعظمت
على ما قد	بجالانے کے لیے مستعد ہوتے
علم من	تھے، کیونکہ یہ بات معلوم ہو
احترامهم للشعائر	چکی ہے کہ وہ شعائر اللہ کا بہت
على ما تقدم	احترام کرتے تھے جیسا کہ اس کا
ذكره" لہ	ذکر گزر چکا۔

لہ المدخل ج ۱، ص ۲۹۹

یاد رہے کہ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ[1] کا یہ بیان کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا، آپ یہ بیان اس کتاب میں دے رہے ہیں جو آپ نے خاص کر بدعات کی تردید میں لکھی ہے اس میں آپ شب برأت کے متعلق اسلاف کا نظریہ اور طریقہ

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی ۸۵۲ھ) آپ کے حالات میں لکھتے ہیں۔

"آپ کا نام و نسب اس طرح ہے ابو عبداللہ محمد بن محمد بن محمد ابن الحاج العبدری آپ فاس کے رہنے والے ہیں وہیں آپ نے حدیث کی سماعت کی پھر مصر چلے آئے اور کئی بزرگوں سے مشرف ہوئے، آپ نے حافظ تقی الدین عبیداللہ سعردی سے موطا امام مالک کی سماعت کی اور آگے اسے نقل کیا۔ آپ نے شیخ ابو محمد ابن ابی جمرہ کی صحبت اختیار کی، شیخ کی برکات آپ میں لوٹ آئیں اور آپ مصر میں بزرگی اور شیخت کے لحاظ سے مرجع خلائق بن گئے۔"

آپ کی کتاب "المدخل" کا تعارف کراتے ہوئے ابن حجرؒ رقمطراز ہیں۔

" وجمع كتابا سماه المدخل	آپ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام المدخل رکھا، یہ
كثير الفوائد كشف فيه عن	کتاب بڑی فائدہ مند ہے اس میں آپ نے ان عیوب
معايب وبدع يفعلها	اور بدعتوں کو کھول کھول کر بیان کیا ہے جن کا لوگ
الناس ويتساهلون فيها وأكثرها	ارتکاب کرتے ہیں اور جن میں لوگ مساہلت برتتے
مما ينكر وبعضها	ہیں، ان میں اکثر منکرات ہیں اور بعض میں گنجائش
مما يحتمل "	ہونے کا احتمال ہے"

جمادی الاولیٰ ۷۳۷ھ میں اسّی سال عمر پا کر آپ کا قاہرہ میں انتقال ہوا، آخر عمر میں آپ بیٹھنے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔

علامہ شیخ شمس الدین محمد بن مرزوق جیسے حضرات کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ (الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ ج ۴ ص ۲۳۷)

ذکر کر رہے ہیں کہ ہمارے اسلاف اس رات کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے لیے تیاری کرتے تھے۔

نمبر ۲: اس شب میں بڑے بڑے اُمور انجام پاتے ہیں، یعنی اُس سال جتنے پیدا ہونے والے ہیں اُن کے نام لکھ دیے جاتے ہیں۔ ایسے ہی جنہوں نے مرنا ہے اُن کے نام بھی لکھ دیے جاتے ہیں۔ اُس شب بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں۔ یعنی بارگاہِ خداوندی میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اُسی شب میں مخلوق کو جو اس سال رزق ملنا ہے وہ لکھ دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایک شبہ کا دفعیہ

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ امور تو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھے جا چکے ہیں پھر اس شب میں ان اُمور کے لکھے جانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوحِ محفوظ سے علیحدہ کر کے ان فرشتوں کے سپرد کر دی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔

ایک اعتراض اور اسکا جواب

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ شبِ برات میں جن اُمور کی انجام دہی کا ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں اوّلاً تو اس لیے کہ یہ قرآن کی آیت فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (اس رات میں ہر ایک کام جو حکمت پر مبنی ہے تصفیہ پاتا ہے) کے خلاف ہے اس لیے کہ اس سے مراد مفسرین نے لیلۃ القدر لی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان امور کی انجام دہی لیلۃ القدر میں ہوتی ہے ذکر شبِ برات میں اسی اعتراض کی بنا پر یہ لوگ شبِ برات سے متعلق احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اس اعتراض کے مفسرین و محدثین نے بہت سے جواب دیے ہیں۔ یہاں ہم چند ایک ذکر کرتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ جملہ

تحریر فرماتے ہیں۔

ولا نزاع فی ان لیلة النصف من شعبان یقع فیہا فرق کما صرح بہ الحدیث وانما النزاع فی انہا المرادة من الاٰیة والصواب انہا لیست مرادة منہا، وحینئذ یستفاد من الحدیث والاٰیة وقوع ذالک الفرق فی کل من اللیلتین اعلاما بمزید شرفہما ویحتمل ان یقع الفرق فی لیلة النصف ما یصدر الی	اس میں تو کوئی نزاع نہیں کہ شعبان کی پندرھویں شب میں مذکورہ امور انجام پاتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (علی) سے صراحت ہو رہی ہے، البتہ اس میں نزاع ہے کہ آیۃ کریمہ (فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ) سے شب برات مراد ہے یا نہیں، درست بات یہی ہے کہ اس آیت سے شب برات مراد نہیں اس واقعہ آیت کریمہ اور حدیث مبارک سے یہ مستفاد ہوگا کہ ان امور کی انجام دہی دونوں راتوں ہی میں ہوتی ہے تاکہ دونوں راتوں کی مزید شرف و بزرگی بتلانے کے لیے نیز احتمال بھی ہے کہ پندرھویں شعبان میں ان امور کی انجام دہی کا

ليلة القدر ويحتمل ان يكون الفرق في احدهما اجمالاً وفي الأخرى تفصيلاً او تخص احداهما بالامور الدنيوية والاخرى بالامور الاخروية وغير ذالك من الاحتمالات العقلية۔ ؎

فیصلہ ہوتا ہو جو لیلۃ القدر تک انجام پاتے ہیں۔ نیز یہ احتمال بھی ہے کہ ان امور کی انجام دہی ـــ ایک شب میں اجمالاً ہوتی ہو، دوسری شب میں تفصیلاً، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں راتوں میں سے ایک کو اُمورِ دنیویہ کی انجام دہی کے ساتھ خاص کر دیا جائے اور دوسری کو اُمورِ اخرویہ کی انجام دہی کے لیے خاص کیا جائے اس کے علاوہ اور احتمالاتِ عقلیہ بھی نکل سکتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں

" وقيل يبدأ في استنساخ ذالك من اللوح المحفوظ في ليلة البراءة

ایک قول یہ ہے کہ ان اُمور کے لوحِ محفوظ سے نقل کرنے کا آغاز شبِ براءت سے ہوتا ہے اور

؎ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۳ ص ۱۹۵۔

ویقع الفراغ فی	اختتام لیلۃ القدر میں
لیلۃ القدر" [1]	ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

" وروی عن	حضرت عبد اللہ بن عباس
ابن عباس	رضی اللہ عنہما سے مروی
رضی اللہ تعالٰی	ہے کہ تمام اُمور کے فیصلے
عنہما تقضی	تو شب براءت میں ہوتے
الاقضیۃ لیلۃ	ہیں اور جن فرشتوں نے
النصف من شعبان	ان اُمور کو انجام دینا ہے
وتسلم الی	ان کے سپرد رمضان کی
اربابھا لیلۃ السابع	ستائیسویں شب (لیلۃ القدر)
والعشرین من شھر	میں کیے جاتے ہیں۔
رمضان" [2]	

ان تصریحات کے بعد کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہیں رہنا چاہیے، ہم چونکہ ظاہر بین ہیں اس لیے ہمیں شک و شبہ اور تردد پیش آتا رہتا ہے لیکن بارگاہِ الٰہی کے مقرب صاحبِ کشف اہل اللہ اپنے نورِ باطن سے بہت کچھ دیکھ لیتے ہیں اس لیے انہیں کسی قسم کا شک و تردد نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں ہم حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ایک کشف ذکر کرتے ہیں جس سے مذکورہ احادیث کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔

---

[1] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱۶، ص ۱۲۸۔
[2] روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ج ۲۵، ص ۱۱۳۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۳۴ھ) کا کشف

حضرت مجدد صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

" اسی طرح شعبان المعظم ۱۰۳۳ھ کی پندرہویں شب کو جب آپ حرم سرا میں تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ " اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آج کس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے۔ اور کس کا باقی رکھا گیا ہے" یہ سن کر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ تم تو شک و شبہ میں یہ بات کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کی کیا حالت ہوگی جو بچشم خود دیکھتا ہو کہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے۔" [1]

(اس میں اپنی جانب اشارہ تھا)

نمبر ۳۔ شب برات میں اللہ تعالیٰ عام معمول سے ہٹ کر مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق تک آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتے ہیں اور اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتے ہوئے لاتعداد انسانوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ البتہ کچھ محروم القسمت لوگ ایسے ہیں جو اس شب میں بھی نظرِ رحمت سے محروم رہتے ہیں۔

شب برات میں نظرِ رحمت سے محروم رہنے والے لوگ

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا

---

[1] زبدۃ المقامات ص ۵۰۹، یہ کتاب فارسی میں ہے جس کے اس کا ترجمہ مولانا زوار حسین شاہ صاحب نے کتاب حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۲۹۵ سے نقل کیا ہے۔

(۲) کینہ رکھنے والا۔

(۳) کسی انسان کو ناحق قتل کرنے والا۔

(۴) بدکار عورت۔

(۵) قطع رحمی کرنے والا یعنی رشتے ناطے توڑنے والا۔

(۶) تہبند، پاجامہ، ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

(۷) والدین کا نافرمان۔

(۸) شراب خوری کی عادت رکھنے والا وغیرہ وغیرہ۔

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے ان بُرے افعال سے جس قدر جلد ہو سکے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں کیونکہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں کب ختم ہو جائے۔

جو رہی ہے عمر مثلِ برف کم — رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بدم
خدا کی یاد جوانی میں غافلو کرلو — ورنہ وقتِ فضیلت تمام ہوتا ہے

نمبر ۲: شب براءت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ میں اس کی مغفرت کر دوں؟ ہے کوئی سائل کہ میں اُس کا سوال پورا کر دوں؟ ہے کوئی رزق کا طالب کہ میں اسے رزق دے دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت و تکلیف کو دور کر دوں؟ ویسے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا ہر رات ہوتی ہے جیسا کہ دیگر احادیث[1] سے معلوم ہوتا ہے، لیکن شب براءت اور عام راتوں میں یہ فرق ہے کہ عام راتوں میں یہ ندا آخری تہائی رات میں ہوتی ہے اور شب براءت میں یہ ندا غروب آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتی ہے، ہمیں چاہیے کہ اس رات کو غنیمت جان کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] دیکھیے بخاری شریف ج ۲ ص ۹۳۶

کے حضور میں اپنی جائز حاجات پیش کریں، اس سے رزقِ حلال طلب کریں اپنی مصیبت اور پریشانیوں کے رفع کی دُعا کریں۔

شبِ جمعہ کی فضیلت میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ پانچ راتوں میں دُعا قبول ہوتی ہے ان میں سے ایک شبِ برات ہے اس لیے اس رات خوب الحاح وزاری کے ساتھ قبولیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے دُعا کریں ہماری اس سے بڑی اور کیا سعادت ہوگی کہ خود مولائے کریم فرمائیں کہ مانگو میں دینے کیلئے تیار ہوں۔

نمبر ۵۔ شبِ برات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شب بیداری کی، دوسروں کو بھی شب بیداری کا حکم دیا اور نہ صرف حکم دیا بلکہ جاگنے کی فضیلت بھی بتلائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"مَنْ اَحْيَا اللَّيَالِيَ الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ وَلَيْلَةَ عَرَفَةَ وَلَيْلَةَ النَّحْرِ وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ" [۱]

جس نے پانچ راتوں کو زندہ رکھا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی (۱) آٹھویں ذی الحجہ کی شب (۲) نویں ذی الحجہ کی شب (۳) عید الاضحیٰ کی رات (۴) عید الفطر کی رات (۵) پندرہویں شعبان کی رات۔

■ اسی لیے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ شبِ برات میں قیام کرنا یعنی رات کو جاگ کر اللہ کی عبادت کرنا مستحب ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"وَمِنَ الْمَنْدُوبَاتِ	اور مستحبات میں سے ہے
اِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ	رمضان کی آخری دس راتوں

---

[۱] الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۵۲

من رمضان وليلتي العيدين وليالي عشر ذي الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت بها الاحاديث وذكرها في الترغيب والترهيب مفصلة[1]

میں عیدین کی راتوں میں، ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اور شعبان کی پندرھویں رات میں شب بیداری کرنا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، یہ احادیث "ترغیب و ترہیب" میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

علامہ علاء الدین الحصکفی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۸۸ھ) تحریر فرماتے ہیں

"ومن المندوبات ركعتا السفر والقدوم منه واحياء ليلة العيدين والنصف من شعبان والعشر الاخير من رمضان والاول من ذي الحجة"[2]

اور مستحبات میں سے ہے، سفر میں جاتے وقت اور واپس آکے دو رکعتیں پڑھنا اور عیدین کی رات میں، شعبان کی پندرھویں شب میں، رمضان کے آخری عشرہ میں اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں شب بیداری کرنا

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں

---

[1] البحر الرائق، ج ۲، ص ۵۲۔

[2] الدر المختار مع شرح رد المحتار ج ۲، ص ۲۴، ۲۵۔

"(ی) ندب احیاء ليلة النصف من شعبان" الخ [1]

اور مستحب ہے شعبان کی پندرھویں شب میں شب بیداری کرنا۔

مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"لا كلام في استحباب احياء ليلة البراءة بما شاء من العبادات وبأداء التطوعات فيها كيف شاء لحديث ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان عن علي مرفوعا ...... وفي الباب احاديث اخر اخرجها البيهقي وغيره على ما بسطها ابن حجر المكي في الايضاح والبيان"

شب براءت میں بیدار رہ کر مختلف قسم کی نفلی عبادات کے اندر مشغول رہنے کے مستحب ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے دلیل اس کی ابن ماجہ اور بیہقی کی شعب الایمان میں حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی حدیث ہے اور اس سلسلہ میں دوسری احادیث بھی ہیں جن کو بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے "الایضاح والبیان" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم

---

[1] نور الایضاح مع شرح و حاشیہ طحطاوی ص ۲۲۵ طبع مصر

دالة على ان النبي صلى الله عليه وسلم اكثر في تلك الليلة من العبادة والدعاء وزار القبور ودعا للاموات فيعلم بمجموع الاحاديث القولية والفعلية استحباب اكثار العبادة فيها فالرجل مخير بين الصلوة وغيرها من العبادات فان اختار الصلوة فكمية اعداد الركعات وكيفيتها مفوضة اليه مالم يأت بما منعه الشارع صراحة او اشارة۔[1]

صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کو زیادہ سے زیادہ عبادات اور دعائیں فرماتے تھے اور آپ نے زیارت قبور بھی کی تھی اور مُردوں کے لیے دعا بھی کی تھی اور ان تمام قولی و فعلی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شب زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا مستحب ہے، ہر بندے کو اختیار ہے چاہے نماز پڑھے یا کوئی اور عبادت کرے، اگر وہ نماز پڑھنے کو اختیار کرے تو رکعتوں کی تعداد اور کیفیت میں بھی اس کو اختیار ہے ورنہ تیکہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے شارع علیہ السلام نے صراحتاً یا اشارتاً منع کیا ہو۔

---

[1] آثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ص ۷۷، ۷۸۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے، لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جاوے"۔ [1]

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

"ان احادیث سے جس طرح اس مبارک رات کے بیش بہا فضائل و برکات معلوم ہوتے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے اس رات میں اعمال ذیل مسنون ہیں۔

(۱) رات کو جاگ کر نماز پڑھنا اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور عافیت اور اپنے مقاصد دارین کی دعا مانگنا"۔ [2]

اکابر اہل سنت کا ہمیشہ سے اس رات میں شب بیداری کا معمول رہا ہے، علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۵ھ) نیز علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"و ليلة النصف	اہل شام میں سے جلیل القدر
من شعبان كانت	تابعین مثلاً حضرت خالد بن معدان [3]
التابعون من اهل	حضرت مکحول، حضرت لقمان
الشام كخالد بن	بن عامر وغیرہ شعبان کی

---

[1] زوال السنة عن اعمال السنة، ص ۱۷۱۔

[2] فضائل و احکام شب براءت، ص ۵۔

[3] حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، ستر صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف تھے، شہرت سے گھبراتے تھے، علم کی دولت کے ساتھ عمل کی دولت سے مالا مال تھے، دن بھر میں چالیس ہزار تسبیح پڑھتے تھے، یزید بن عبد الملک کے دور حکومت میں ۱۰۲ھ میں انتقال ہوا۔
(باقی اگلے صفحہ پر)

لقمان بن عامر وغیرھم یعظمونھا ویجتھدون فیھا فی العبادۃ وعنھم اخذ الناس فضلھا وتعظیمھا" ؎

لقمان بن عامر پندرہویں شب کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس شب میں خوب مبالغہ کے ساتھ عبادت کرتے تھے انہی حضرات سے لوگوں نے شب برات کی فضیلت و بزرگی کو اخذ کیا ہے۔

ہمیں چاہیئے کہ اخلاص کے ساتھ اس رات میں شب بیداری کریں اور خدا کو راضی کرنے کی کوشش کریں، جو لوگ اس رات کے قیام کو بدعت سمجھتے ہیں ان کے معاملہ کو خدا کے حوالے کر کے ان سے بچیں اور ہرگز ان کے پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہوں، سوچنے کی بات ہے جو عمل خود حضور علیہ السلام سے ثابت ہو، اسلاف اس پر

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) حضرت مکحول شامی رحمہ اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے حافظ الحدیث، فقیہ اور مجتہد تھے، بڑے بڑے علماء آپ کی جلالت علمی کے معترف تھے، آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہند داری، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابو امامہ، حضرت عبدالرحمن بن غنم، حضرت ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہم سے بلاواسطہ احادیث کی سماعت کی ہے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء شامل ہیں۔ ۱۱۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حضرت لقمان بن عامر رحمہ اللہ، آپ حمص (شام) کے رہنے والے تھے، حضرت ابو درداء، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے حدیث کی سماعت کی ہے ابن حبان نے آپ کو ثقات میں لکھا ہے۔

؎ لطائف المعارف، ص ۱۴۴۔

وارد نہ ہوئے ہوں۔ فقہائے کرام جسے مستحب قرار دے رہے ہوں وہ عمل بدعت ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا عمل بھی بدعت ہے تو پھر سنت و مستحب کونسا عمل ہوگا؟

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

شب برات میں شب بیداری کیسے کی جائے؟

حضرت حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی (متوفیٰ ۱۰۶۹ھ) رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

ومعنی القیام ان یکون مشتغلاً معظم اللیل وقیل بساعۃ منہ یقرأ او یسمع القرآن او الحدیث او یسبح او یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

شب بیداری کا مطلب یہ ہے کہ اس رات کے اکثر حصہ میں اور ایک قول کے مطابق کچھ حصہ میں قرآن و حدیث کے پڑھنے یا سننے میں مشغول رہے یا تسبیح پڑھتا رہے یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتا رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس رات میں شب بیداری کے لیے کوئی خاص طریقہ اور کوئی خاص عبادت مقرر نہیں ہے، طبعی نشاط کے ساتھ جس طرح بھی خدا کو یاد کر سکیں کریں چاہے قرآن و حدیث کی تلاوت و سماعت میں مشغول رہیں چاہے تسبیح پڑھتے رہیں چاہے درود شریف پڑھتے رہیں چاہے نوافل پڑھتے رہیں۔ بہت سے بزرگوں کا معمول صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا ہے اگر ہو سکے تو صلوٰۃ التسبیح

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیہ طحطاوی، ص ۲۲۹۔

پڑھ لیں اس کی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔

بعض کتابوں میں بزرگوں سے منقول خاص نوافل و اعمال کی حقیقت!

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہیے کہ بعض کتابوں میں کچھ بزرگوں سے فضیلت کی راتوں میں جو خاص خاص قسم کے نوافل اور عملیات منقول ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟ کیونکہ بعض لوگ ان پر بڑے بھونڈے انداز میں اعتراض کرتے ہیں اور بعض لوگ ان کے معمولات کو اپنا کر عمل شروع کر دیتے ہیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بزرگوں سے منقول نوافل وغیرہ کی حقیقت ظاہر فرمائی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ارشاد کو پیش کر دیا جائے۔

آپ فرماتے ہیں :۔

"ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ یہ جو بعض اوراد کی کتابوں میں پندرہویں شب ـــــ میں خاص نوافل پڑھنے کو لکھ دیا ہے یہ کوئی قید نہیں جو چیز شرعاً بے قید ہے اس کو بے قید ہی رکھو، حدیث میں نوافل کی کوئی قید نہیں آئی بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کر لو اس میں نوافل بھی آ گئے اور وہ بھی کسی ہیئت کے ساتھ نہیں۔

باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت کے نوافل کا ذکر آیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لیے اس کی خاص حالت کے اقتضاء سے اس کو تجویز کیا ہوگا اور اس کے حق میں یہی مصلحت ہوگا۔ اب اس کو عام کر لینا یہ بدعت ہے۔ باقی بزرگوں کو برا نہ کہے" [1]

---

[1] حقیقت عبادت ص ۵۵۴

کیا شبِ برات میں شب بیداری کے لیے ساری رات جاگنا ضروری ہے اگر نہیں تو کس حصہ میں جاگنا زیادہ افضل ہے؟

اس سلسلہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اب بات قابلِ غور یہ ہے کہ کون سے حصۂ شب میں جاگنا زیادہ افضل ہے اس کا فیصلہ قرآن سے بھی ہوتا ہے اور حدیث سے بھی کیونکہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر شب میں جاگنا اشد ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ نَاشِئَةَ	بے شک رات کے جاگنے
الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ	میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا
وَّطْاً	ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے

اور ناشئۃ اللیل سونے کے بعد متحقق ہوتا ہے (کذا فی الجلالین القیام بعد النوم) جب وہ اشد ہوا کیونکہ اس کے اختیار کرنے سے نفس پر مشقت کا اثر زیادہ ہوتا ہے تو وہی افضل ہوگا۔ آخر سورت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشد ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

عَلِمَ اَنْ لَّنْ	اس کو معلوم ہے کہ تم ضبط
تُحْصُوْهُ	نہیں کر سکتے

اور عدم احصاء آخر شب میں ہو سکتا ہے۔ یہ تو قرآن سے معلوم ہوا حدیث سے بھی اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آخر شب کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں اور قواعدِ عقلیہ بھی اس پر شاہد ہیں کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے

اور سونا ترک کرنا مشکل ہے ۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہے تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں ۔ اس لیے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا ۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخیر حصہ رات کا افضل ہے ۔ لیکن اگر کسی کو اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو وہ اول ہی حصہ میں کچھ کرے کیونکہ اور راتوں میں تو خدا تعالیٰ کا نزول اخیر شب میں ہوتا ہے اور اس رات میں اول ہی شب سے نزول ہو جاتا ہے اس لیے جن لوگوں کا اخیر شب میں عبادت کرنا دشوار ہو وہ اول ہی شب میں عبادت کر کے فضیلت حاصل کر لیں " ؎۱

شب بیداری کے لیے مساجد میں اکٹھا ہونا؟

اس رات میں شب بیداری کرنا چونکہ صرف ایک مستحب عمل ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ یہ عمل تنہا کیا جائے اس کیلئے مسجدوں میں ہرگز اجتماع نہ کیا جائے ۔ فقہاء کرام نے فضیلت کی راتوں میں شب بیداری کے لیے مسجدوں میں اجتماع کو مکروہ لکھا ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ۔

" و یکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی فی المساجد " ؎۲	فضیلت کی راتوں میں شب بیداری کے لیے مساجد میں اجتماع مکروہ ہے ۔

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی تحریر فرماتے ہیں ۔

" و یکرہ الاجتماع	فضیلت کی راتوں میں رجن

؎۱ حقیقت عبادت ص ۲۲۹ ۔

؎۲ البحر الرائق ج ۲ ، ص ۵۶ ۔

على احياء ليلة من هذه الليالي، المتقدم ذكرها في المساجد وغيرها لانه لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم ولا اصحابه فانكره اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابي مليكة و فقهاء اهل المدينة واصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذالك كله بدعة» له

کا پیچھے ذکر گزر چکا ہے، شب بیداری کے لیے اجتماع کرنا چاہے مسجدوں میں ہو یا کہیں اور ہر صورت مکروہ ہے کیونکہ اس طرح نہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا اور نہ آپ کے صحابہ نے، اہل حجاز کے اکثر علماء جن میں عطاء بن ابی رباحؒ اور ابن ابی ملیکہؒ بھی شامل ہیں، نیز فقہاء اہل مدینہ اور امام مالکؒ کے اصحاب نے اس کا انکار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ بدعت ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے مساجد میں اجتماعی شب بیداری کے معاملہ میں اہل شام کے دو قول لکھے ہیں ایک استحباب کا اور دوسرا کراہت کا دوسرے قول کو آپ نے ترجیح دی ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

« والثانی انه یکره الاجتماع

دوسرا یہ کہ شب برات میں مساجد کے اندر کسی خاص

له زراہ بفتاح مع حاشیہ طحطاوی، ص ۲۲۲۔

فیہا فی المساجد للصلوٰۃ والقصص والدعاء ولا یکرہ ان یصلی الرجل فیہا لخاصۃ نفسہ وھٰذا قول الاوزاعی امام اھل الشام وفقیہھم وعالمھم وھٰذا ھو الاقرب ان شاء اللہ تعالیٰ[1]

نماز، وعظ اور دعا کے لیے اکٹھے ہونا مکروہ ہے، البتہ اگر کوئی اکیلا اپنی نماز اس رات مسجد میں پڑھے تو یہ مکروہ نہیں ہے یہی قول ہے امام اوزاعیؒ کا جو اہلِ شام کے امام فقیہ اور عالم ہیں، اور یہی قول درستگی سے زیادہ قریب ہے انشاء اللہ۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا یہ قول پیچھے گزر چکا ہے کہ
"اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے۔"

دوسری بات یہ بھی ہے کہ آج کل کے ایسے اجتماع منکرات سے خالی نہیں ہوتے لوگ مسجد میں شور و شغب اور لہو و لعب میں لگ کر آدابِ مسجد کو پامال کرتے ہیں اور نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتے ہیں اس لیے ان سے بچنا ہی بہتر ہے انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ جو اپنے آپ کو اہلِ حق میں سے سمجھتے ہیں وہ بھی غیر شعوری طور میں ہم کر ان راتوں میں اہلِ بدعت کی طرح بڑے اہتمام کے

---

[1] لطائف المعارف، ص ۳۴۴

ساتھ مساجد میں اجتماع کرتے ہیں، فالی اللہ المشتکیٰ۔

حضرت امیرحسن علاء سجزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۷۳۸ھ)

شب برأت میں مسجد کے اندر شب بیداری سے متعلق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا ارشاد

تحریر فرماتے ہیں۔

"چہار شنبہ بست و پنجم ماہ مذکور سعادت پائے بوسی حاصل شد، سخن در قرآن خواندن و قیام شب افتادہ بود، و طائفہ کہ در مسجد قیام کنند، بندہ عرضداشت کرد کہ اگر در خانہ خود قیام کنند چگونہ باشد؟ فرمود کہ در خانہ خود یک سیپارہ بخواند بہتر کہ در مسجد ختم کنند" لے	۲۵ شعبان المعظم بروز بدھ قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی، شب برأت میں قیام اور قرآن خوانی کے متعلق بات چل رہی تھی اور ان لوگوں کا بھی تذکرہ تھا جو اس شب میں مسجد میں قیام کرتے ہیں، بندہ نے عرض کیا کہ اگر لوگ گھروں میں قیام کریں تو کیسا ہے؟ فرمایا کوئی اپنے گھر میں صرف ایک سپارہ پڑھے یہ اس کے لیے مسجد میں پورا قرآن ختم کرنے سے بہتر ہے۔

لے فوائد الفواد (فارسی) صفحہ ۱۳، طبع نولکشور ۱۳۲۲ھ

نمبر۴ ، شب برات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قبرستان تشریف لے گئے اور مُردوں کے لیے دُعاء مغفرت فرمائی ، اس لیے اس رات میں قبرستان جانا اور اموات کے لیے دعاء مغفرت کرنا مستحب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

" وافضل ایام الزیارۃ اربعۃ یوم الاثنین والخمیس والجمعۃ والسبت .... وکذا فی اللیالی المتبرکۃ لا سیما لیلۃ البراءۃ"[1]	زیارت قبور کے افضل دن چار ہیں ، پیر ، جمعرات ، جمعہ ، ہفتہ ، اسی طرح متبرک راتوں میں بھی زیارت قبور افضل ہے بالخصوص شب برات میں

حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

" پندرھویں شب شعبان میں مُردوں کے لیے گورستان میں جاکر دعا و استغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے"[2]

لیکن یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے قبرستان تشریف لے گئے تھے ، اس لیے اکیلے جائیں ، جتھے اور جماعت بنا کر نہ جائیں اور شریعت کے مطابق فاتحہ پڑھ کر واپس آجائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں نہ جائیں ، عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں ہے اور مرد بھی اس شب قبرستان جانے کو فرض و واجب کی طرح ضروری نہ سمجھیں۔

---

[1] الفتاویٰ الہندیۃ ج ۵ ، ص ۳۵

[2] زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ، ص ۱۷

تیسرے، پندرھویں شعبان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے اس لیے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"پندرھویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے"۔ [1]

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ شب برات کے اعمال مسنونہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"(۳) اس کی صبح کو یعنی پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا"۔ [2]

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ماہ شعبان میں کسی تاریخ اور دن کا روزہ فرض اور واجب نہیں ہے اور تیرہ شعبان کے روزہ کی کوئی خاص فضیلت حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ یہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب کو بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہو اور پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھو، پس پندرھویں تاریخ شعبان کا روزہ مستحب ہے، اگر کوئی رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط"۔ [3]

نواب قطب الدین صاحب تلمیذ رشید شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

---

[1] زوال السنہ عن اعمال السنہ، ص ۱۷۔

[2] فضائل و احکام شب برات، ص ۸۔

[3] فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ج ۶، ص ۵۰۰۔

"ایک بات اور، پورے سال میں مسنون روزوں کی تعداد اکیاون ہے تینتیس روزے قریب ہیں یعنی بحساب تین روزہ فی مہینہ، نو روزے ذی الحجہ کے مہینہ میں پہلی تاریخ سے نویں تاریخ تک، ایک دن یوم عاشورا کا، ایک دن عاشورا سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا ایک، ایک روزہ شعبان کی پندرھویں تاریخ کا اور چھ روزے شوال کے"۔ [1]

بہتر یہ ہے کہ شعبان کی ۱۳-۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں انہیں ایام بیض کہتے ہیں اور ان میں روزہ رکھنا سنت ہے۔

شب برأت میں کی جانیوالی بدعات

شب برأت میں یوں تو بہت سی بدعات و رسومات کی جاتی ہیں ہم یہاں صرف ان بدعات و رسومات کا ذکر کریں گے جو نہایت پابندی اور اہتمام کے ساتھ کی جاتی ہیں۔

آتش بازی

شب معراج کی طرح شب برأت کے موقعہ پر بھی مسلمان لاکھوں روپیہ آتش بازی کی نذر کر دیتے ہیں۔ آتش بازی کی رسم میں ایک تو بے جا مال ضائع کیا جاتا ہے جو اسراف کی مد میں آتا ہے، شریعت نے اسراف کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے لہٰذا جو لوگ آتش بازی کرتے ہیں وہ اپنا مال بھی ضائع کرتے ہیں اور گناہ بھی سر مول لیتے ہیں۔ دوسرے آتش بازی اپنی جان اپنے بچوں اور پاس پڑوس کے لوگوں کی جان کے لیے خطرہ کا بھی سبب ہے، ہر سال اخبارات میں آتش بازی سے ہونے والے جانی و مالی نقصان کی خبریں چھپتی

---

[1] مظاہر حق جدید ج ۲، ص ۳۹۳۔

رہتی ہیں۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اتنی مقدس رات میں لوگ کس بیکار مشغلہ میں اپنی جان و مال کو برباد کرتے ہیں، ہم سب کو چاہیے کہ خود بھی اس رسم سے بچیں اور اپنے بچوں کو بھی اس سے منع کریں، انھیں بتلائیں کہ اس سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں۔

چراغاں

شب برات کے موقعہ پر لوگوں نے یہ دستور بنا لیا ہے کہ مسجدوں اور مکانات میں بہت زیادہ روشنی کا اہتمام کرتے ہیں، مسجدوں میں برقی قمقمے لگاتے ہیں اور مکانوں کی چھتوں پر موم بتیاں جلاتے ہیں لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ یہ کفار کے ساتھ مشابہت اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے جو سخت ناجائز اور حرام ہے اس رسم کی ابتداء برامکہ سے ہوئی ہے جو آتش پرست تھے، چنانچہ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس رسم کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"قال علی بن ابراهیم و اول حدوث الوقید من البرامکة وکانوا عبدة النار فلما اسلموا ادخلوا فی الاسلام" [له]	علی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ چراغاں اور روشنی کرنے کی ابتداء برامکہ سے ہوئی ہے یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے، جب یہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کردی۔

ہمیں چاہیے کہ اس فضول اور بیکار رسم سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو

له ما ثبت بالسنۃ مترجم، ص ۳۹۳

بھی اس سے بچا نہیں۔

حلوے مانڈے کی رسم | مسلمانوں نے اس رسم کو بھی ایسا لازم کر لیا ہے کہ اس کے بغیر سمجھتے ہیں کہ شب برات ہی نہیں ہوتی، اس رات میں بجائے اس کے کہ ہماری عورتیں عبادات میں مشغول ہوں حلوے مانڈے کے چکر میں پڑی رہتی ہیں، اچھے اچھے کھانے پکاتی ہیں حلوہ و چھیری بناتی ہیں اور باقاعدہ طور پر سینیوں میں سجا کر سسرال بھیجتی ہیں، اگر کوئی اس رسم سے بچے تو اسے برا سمجھتی ہیں، حالانکہ اس شب میں ایسا کوئی کام شریعت سے ثابت نہیں لہٰذا ہمارے مرد و زن سب کو چاہیے کہ ان فضولیات ولغویات کو چھوڑ کر اس شب میں جو کرنے کے کام ہیں ان میں مشغول ہوں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

شب برات کیا ہے؟
مؤلفہ حبیب الرحمن صدیقی
کا جواب
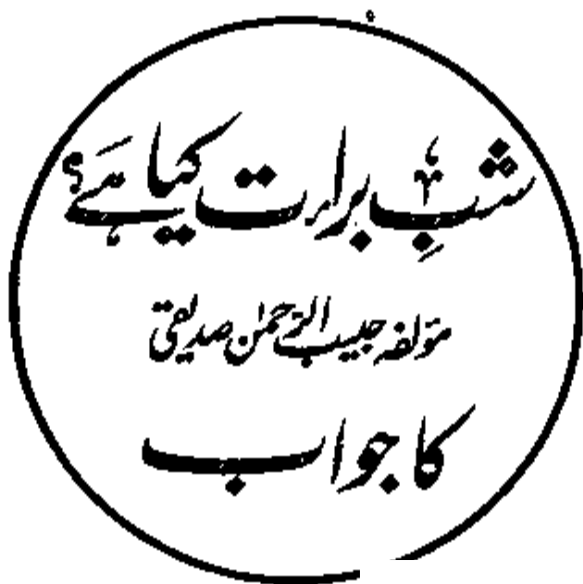
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شبِ برات کی شرعی حیثیت اور فضیلت کے متعلق تفصیل ذکر کرنے کے بعد اب ہم چاہتے ہیں کہ اس شب کے بارے میں جو گمراہ کن پروپیگنڈہ کر کے سادہ لوح عوام کو بہکایا جا رہا ہے اس کا بھی کچھ مختصر سا جائزہ لیتے چلیں تاکہ عوام اس غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ سے آگاہ ہو کر صحیح راہ کو اختیار کریں اور کسی بھی گمراہ کر سکنے ہیں نہ آئیں۔

اس وقت ہمارے پیشِ نظر "شبِ برات" کے خلاف کراچی کے حبیب الرحمٰن صدیقی صاحب کا ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے "شبِ برات کیا ہے؟" ہم سمجھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں یہی رسالہ اصل ہے باقی جس نے بھی شبِ برات کے خلاف لکھا ہے اس نے اسی سے متاثر ہو کر لکھا ہے اور اسی کی خوشہ چینی کی ہے اس لیے ہم نے بھی جواب کے لیے اسی رسالہ کا انتخاب کیا ہے۔ ہم اس رسالے کے ان مندرجات کا جواب دیں گے جو شبِ برات کے خلاف ہیں اِدھر اُدھر کی باتوں سے ہمیں کوئی سروکار نہ ہوگا۔ ہم کوشش کریں گے کہ جواب میں سنجیدگی اور متانت قائم رہے کیونکہ ہمارا مقصد عوام تک حق بات کا پہنچانا ہے کسی کی دل آزاری مقصد نہیں۔ تاہم اگر ہمارا لب و لہجہ سخت معلوم ہو تو ہمیں اس میں معذور سمجھا جائے کیونکہ حبیب الرحمٰن صاحب نے اپنے رسالے میں جو زبان استعمال کی ہے اور جو انداز اپنایا ہے اس کے پیشِ نظر وہ اس سے بھی زیادہ کے مستحق ہیں۔

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

قبل اس کے کہ ہم اس رسالے کا جواب لکھنا شروع کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مصنف جناب حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی کی شخصیت اور ان کے عقائد و نظریات کا کچھ تعارف کرا دیں تاکہ عوام کو ان کی شخصیت اور ان کے عقائد و نظریات معلوم ہو جانے کے بعد ان کی تحریرات کے متعلق فیصلہ کرنے میں آسانی ہو اور لوگوں کو پتہ چلے کہ جن صاحب کے یہ عقائد و نظریات ہیں ان کا شیعہ برادری کے خلاف لکھنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں، اور نہ اس سے متاثر ہو کر پریشان ہونے کی ضرورت ہے۔

صدیقی صاحب کے بارے میں جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ ایک بڑے اور علمی گھرانے کے فرد تھے خود عالم تھے، ان کے شروع دور کی تحریرات جاندار و علمی ہوا کرتی تھیں، بعد میں جو ان میں تغیر آیا اس کا کیا سبب بنا؟ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے سے جب مشہور منکرین حدیث تمنا عمادی، غلام احمد پرویز اور مشہور ناصبی محمود احمد عباسی وغیرہ کی تحریرات گزریں تو وہ ان سے متاثر ہو گئے اور اپنے اکابر و اسلاف کی راہ کو چھوڑ کر ان غلط لوگوں کی راہ کو اپنا لیا اس طرح ان کی عملی زندگی اور عقائد و نظریات میں تبدیلی آ گئی۔

موصوف کی عملی زندگی کے بارے میں ثقہ لوگوں کی روایت ہے کہ وہ اپنے والد کے نافرمان تھے اسی لیے ان کے والد ان سے سخت ناراض تھے اور انہوں نے ان سے لاتعلقی اختیار کر لی تھی، موصوف نماز بھی نہیں پڑھتے تھے، شاید اسی لیے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان "الصلوٰۃ عماد الدین" نماز دین کا ستون ہے ــــ کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں[1]۔

---

[1] ملاحظہ ہو مذہبی داستانیں ج ۱ ص ۱۴۹

موصوف متشرع و متدین بھی نہیں تھے ۔
صدیقی صاحب کے عقائد و نظریات جو ہم نے اُن کی تحریرات سے اخذ کئے ہیں ، جن کی وہ تبلیغ کرتے تھے اور لوگوں کو دعوت دیتے تھے وہ درج ذیل ہیں :
موصوف

(۱) امت کے اجماعی عقیدے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں ۔ [1]

(۲) حج کے بعد روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ جانے ، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رُخ کر کے دُعا مانگنے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طلبِ شفاعت کے منکر ہیں ، اس سلسلہ میں ہم صدیقی صاحب کا ایک واقعہ درج کرتے ہیں ، یہ واقعہ ذکر کرنے کو جی تو نہیں چاہتا صرف صدیقی صاحب کی ذہنیت دکھلانے کے لیے درج کر رہے ہیں ۔
صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

" میں جب عمرہ کے لیے مکہ پہنچا تو مدرسہ صولتیہ میں طعیش سے ملنے گیا اس نے فوراً سوال کیا ، کیا مدینہ حضرت جی کی خدمت میں نہیں گئے ، میں نے جواب دیا ابھی تو سب سے بڑے حضرت کے لیے مکہ آیا ہوں اگر وہ اجازت دے گا تو دیکھی جائے گی ، اتفاق سے میرا اصل قیام جدہ میں تھا اور روزانہ شام کو مغرب کے وقت مکہ پہنچ جاتا اس طرح تقریباً ۲۵ یوم تک مکہ جاتا رہا پھر ایک روز ان حضرات نے مجھ سے کہہ کہہ کر تھے مدینہ جانے کا ارادہ کر لیا ۔ میں اس شرط کے

---

[1] ملاحظہ ہو مذہبی داستانیں ج ۴ ص ۲۸۵ تا ص ۲۹۵

سے تھا ان کے ساتھ گیا کہ مدینہ سے کل ہی واپس آجائیں گے اور یہ چالیس
نمازوں والی کہانی پر کبھی عمل نہ کریں گے، دوسرے مسجد نبوی میں جو لوگ نمازیں
کے بعد رخ ہو کر اللہ سے مانگیں گے، قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب
دعا کے لیے ہاتھ نہ پھیلائیں گے۔ ہمارا اس پر تصفیہ ہو گیا نتیجہ میں مدینہ
اس فیصلہ کے مطابق ایک روز کے لیے گیا، اور مولوی زکریا اگرچہ کے
خالہ زاد بھائی ہیں لیکن میں ان کے خیالات سے متفق نہ ہونے کے باعث
ان سے نہیں ملا اور کراچی واپس چلا آیا، اگر میرے ساتھی مدینہ جانے پر
مصر نہ ہوتے تو میں کبھی مدینہ نہ جاتا کیونکہ صحابہ کرام مکہ سے فارغ ہو کر
مدینہ نہ جاتے تھے، اللہ مجھے معاف کرے۔" [1]

(۳) وسیلے کے منکر ہیں۔ [2]

(۴) مطلقاً ایصالِ ثواب کے منکر ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے
جس کا نام ہے "عقیدہ ایصالِ ثواب قرآن کی نظر میں"۔

یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ موصوف ایصالِ ثواب کے منکر ہیں لیکن جب ان کی اہلیہ
کی وفات ہوئی تو ان کی موجودگی میں ان کے گھر میں قرآن خوانی ہوتی رہی۔

(۵) حضرت امام مہدی کے ظہور کے منکر ہیں، اس مسئلہ پر ان کا ایک رسالہ ہے
جس کا نام ہے "عقیدۂ ظہورِ مہدی"۔

(۶) حیاتِ عیسیٰؑ کے منکر ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کی اپنی کوئی تحریر تو نظر سے
نہیں گزری البتہ ان کی مجلس درسِ قرآن کے ایک حاضر باش اور ان سے
عقیدت رکھنے والے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی تھی وہ بڑی شدت کے

---

[1] مذہبی داستانیں ج ۲ ص ۲۸

[2] مذہبی داستانیں ج ۳ ص ۲۸۶

ساتھ اپنا اور اپنے استاذ محمد علی صاحب کا یہی عقیدہ و نظریہ بتاتا تھا،

(۷) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی خلافتِ راشدہ کے منکر ہیں، انہیں خلفائے راشدین میں سے نہیں مانتے۔ [۱]

(۸) حضراتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کے منکر ہیں، انہیں صحابی ماننے کے لیے تیار نہیں۔ [۲]

(۹) تصوف کے بدترین مخالف ہیں اور صوفیائے کرام سے دلی بغض رکھتے ہیں۔ [۳]

(۱۰) اعلیٰ درجے کے ناصبی ہیں اہلبیت رضی اللہ عنہم سے خصوصی پرخاش رکھتے ہیں، اسی لیے وہ ان تمام روایات کو جن میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب آئے ہیں بیک قلم غلط قرار دیتے ہیں۔ [۴]

(۱۱) روافض کی طرح جلیل القدر محدثین و مؤرخین پر تبرا بازی کر کے ان کی عظمت کو داغ دار اور ان کی حیثیت کو مجروح کرتے ہیں۔

(۱۲) کتب احادیث میں آنے والی فضائل سے متعلق تمام روایات کو حتیٰ کہ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد فضائل کی احادیث کو بھی سخت مجروح قرار دیتے ہیں۔ [۵]

---

[۱] دیکھئے شب برات کیا ہے ص ۱۰۔

[۲] مذہبی داستانیں ج ۱ ص ۲۸۶۔

[۳] دیکھئے شب برات کیا ہے۔ مختلف صفحات۔

[۴] مذہبی داستانیں جلد نمبر ۳، یہ پوری جلد اسی سلسلہ میں ہے۔

[۵] مذہبی داستانیں ج ۲ ص ۲۔

(۱۳) اُن کا انداز بالکل منکرینِ حدیث جیسا ہے چنانچہ وہ صحیحین (بخاری و مسلم) کی عظمت دلوں سے نکالنے کے لیے اُن پر بے جا تنقید کرتے ہیں انہوں نے "مسند امام احمدؒ" جس میں تقریباً چالیس ہزار احادیث ہیں اس کی اہمیت کو ختم کرنے کے لیے اس کے خلاف مشہور منکرِ حدیث تمنا عمادی کا لمبا چوڑا مضمون اپنی کتاب مذہبی داستانیں جلد ۴ کا جزو بنایا ہے ان وجوہات کی بنا پر اگر یہ کہا جائے کہ صدیقی صاحب نے منکرینِ حدیث کی راہ اپنائی تھی تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا، اور اس راہ کو اپنا کر وہ دین کی جس بات پر بھی تنقید کریں اور جس چیز کی اہمیت کو گرائیں ان کے لیے معمولی سی بات ہوگی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ صدیقی صاحب نے احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے عظیم واقعات، بہت سے اعمال پر دی گئی بشارات، اور اسلام کی عظیم شخصیات سے متعلق بیان کیے گئے فضائل و مناقب پر بیجا جرح کر کے انہیں مذہبی داستانوں کا نام دیا ہے اور "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کے نام سے چار جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں انتہائی دجل و فریب سے کام لے کر سادہ لوح عوام کو بہکانے کی کوشش کی ہے خدا کرے کوئی محقق عالم اس طرف توجہ کر کے صدیقی صاحب کے دجل و فریب سے پردہ اٹھا کر عوام کو گمراہی سے بچانے کا سامان پیدا کرے، ہم صدیقی صاحب کے جس رسالے کا جواب لکھ رہے ہیں ان شاء اللہ العزیز اس سے صدیقی صاحب کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی اور جس دجل و فریب سے وہ کام لیتے ہیں وہ طشت از بام ہو جائے گا۔ قارئین اس جواب کو پڑھ کر ضرور اندازہ کر لیں گے کہ جس شخص کا اتنے سے رسالے میں یہ حال ہے اُس نے بڑی کتابوں میں کیا کچھ نہ کیا ہوگا؟

صدیقی صاحب نے شبِ براءت کے خلاف جو رسالہ لکھا ہے اس کے ٹائٹل پر ان کا نام ان القابات کے ساتھ درج ہے "محقق دوراں امام الحدیث والقرآن، علامہ قاری حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی" ان القابات کو پڑھ کر عام آدمی تو یہی سمجھے گا کہ صدیقی صاحب کوئی بڑے عالم ہیں اور ان کی تحریر یقیناً محققانہ ہوگی، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، صدیقی صاحب کے یہ القابات برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہیں، معلوم نہیں ان کے چاہنے والوں نے انہیں یہ القابات ان کی زندگی میں دیئے تھے اور صدیقی صاحب کی نظر سے بھی گزرے تھے یا مرنے کے بعد دیئے ہیں اور ان کی نظر سے نہیں گزرے کیونکہ ہمیں تو "امام الحدیث" اور "امام القرآن" کے القابات ہی سرے سے صحیح معلوم نہیں دیتے اس لیے کہ ان کا معنی بنتا ہے۔ حدیث اور قرآن کے امام۔ آپ خود سوچیے حدیث اور قرآن کے امام بننے کا کیا مطلب؟ کیونکہ امام کے معنی پیشوا اور مقتدیٰ کے آتے ہیں قرآن و حدیث تو خود ہمارے پیشوا ہیں، ان کے پیشوا بننے کا کیا مطلب؟ (۱)

---

(۱) امام المحدثین اور امام المفسرین جیسے القاب یا شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر جیسے القاب یقیناً صحیح ہیں جن کا مطلب بالکل واضح ہے یعنی محدثین و مفسرین کے پیشوا و مقتدیٰ، اور حدیث و تفسیر کے ماہر۔

قارئین محترم ہم نے اس رسالہ کو از اول تا آخر پڑھا ہے اس کے پڑھنے سے ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ صدیقی صاحب یا تو خود دھوکہ کا شکار ہیں اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی دھوکے میں ڈالنا چاہتے ہیں یا پھر وہ جہلِ مرکب میں مبتلا ہیں اور جہالت کو علم اور تشکیک کو تحقیق سمجھ بیٹھے ہیں، ہمارے اس اندازے کی صداقت ان شاء اللہ قارئین پر اس وقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی جب وہ ہماری اس جوابی تحریر کو پڑھیں گے۔

ہماری کوشش ہو گی کہ صدیقی صاحب کا دجل و فریب، ان کی دھوکہ دہی، قرآن و حدیث، اور اسماء الرجال سے جہالت، دلائل کے ساتھ بیان کی جائے تاکہ عوام کے سامنے ان کی حقیقت اچھی طرح کھل کر سامنے آ جائے اور وہ ان کے گمراہ کن پروپیگنڈے سے بچیں۔

صدیقی صاحب کے اس تمام رسالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شب برات کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے اس شب کے بارے میں وارد تمام روایات موضوع و من گھڑت ہیں۔ اس شب کے بانی مبانی شیعہ ہیں۔ انہوں نے ہی اس شب اپنے بارہویں امام کی پیدائش کی خوشی میں روایات گھڑی ہیں اور یہ رات تبرے کی رات ہے کیونکہ برات اور تبرا ہم معنی ہیں۔ قارئین یہ خلاصہ صدیقی صاحب کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

"ان تمام آیات و احادیث سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوئی کہ برات اور تبرا ہم معنی ہیں یعنی یہ دونوں لفظ بیزاری کے معنی دیتے ہیں اور شب برات کے معنی ہیں شب تبرا یعنی شب بیزاری اور یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اس شب میں رافضی اپنے فرضی امام کی پیدائش کی خوشی منانے اور صحابۂ کرام اور تمام مسلمانوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔" [1]

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"شب برات کے اصل بانی مبانی رافضی شیعہ تھے جنہوں نے اس قسم کی روایات گھڑ کر عوام میں پھیلائیں اور صوفیا نے ہراول دستے کا کام کر کے ان کے لیے راہ ہموار کی۔" [2]

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۸

[2] شب برات کیا ہے ص ۱۲

مزید رقمطراز ہیں :

" اس شب برات کی تمام فضیلت صرف اس لیے ہے کہ رافضیوں کے فرضی بارھویں امام کی ولادت اسی شب ہوئی تھی اور اسی لیے اس کی فضیلت میں روایات وضع کی گئیں " [1]

قارئین محترم ! صدیقی صاحب نے ان تحریرات میں انتہائی دجل و فریب سے کام لیا ہے اور وہ اس طرح کی باتیں کر کے عوام الناس کو ایک فضیلت والی رات میں شب بیداری اور عبادت گزاری سے محروم کرنا چاہتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ شب برات کی فضیلت و بزرگی کا تذکرہ دس جلیل القدر صحابۂ کرام سے مروی روایات کے اندر آیا ہے جیسا کہ وہ احادیث مسلسل وار گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہیں ، ان میں صحیح ، حسن ، ضعیف ہر طرح کی احادیث ہیں لیکن ایسی کوئی ایک روایت بھی نہیں ہے جسے محدثین نے موضوع کہا ہو ، یہ روایات احادیث کی مستند کتابوں میں موجود ہیں ان احادیث مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے ہمارے اسلاف واکابر اہل سنت والجماعت اس شب کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں اور انہوں نے اس شب میں شب بیداری اور عبادت گزاری کو اپنایا ہے ۔

اس شب کے متعلق علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۷۳۷ھ) کا بیان گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے یہاں ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرماتے چلیں آپ فرماتے ہیں :

" اور کوئی شک نہیں کہ یہ رات بڑی بابرکت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عظمت والی ہے اور (ہمارے) اسلاف رضی اللہ عنہم اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے لیے تیاری کرتے تھے جب یہ رات آتی تھی تو وہ اس کی ملاقات اور اس کی حرمت و عظمت بجالانے کے لیے مستعد ہو جاتے تھے کیونکہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے

---

[1] شب برات کیا ہے ص [illegible]

کردہ شعائر اللہ کا بہت احترام کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا ہے۔[1]

علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۷۹۵ھ) تلمیذ رشید علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ـــــــ (متوفی ۷۲۸ھ) اپنی کتاب "لطائف المعارف" میں شب براءت کے فضائل ذکر کرنے کے بعد جلیل القدر تابعین حضرت خالد بن معدان (م ۱۰۳ھ) حضرت مکحول (م ۱۱۲ھ) حضرت لقمان بن عامر رحمہم اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"کہ یہ لوگ شعبان کی پندرھویں شب کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس شب میں خوب مبالغہ کے ساتھ عبادت کرتے تھے، انہی حضرات سے لوگوں نے شب براءت کی فضیلت و بزرگی کو اخذ کیا ہے۔"[2]

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"بلغنا انه كان	ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ
يقال ان الدعاء	(وہ صحابہ و تابعین ہیں)
يستجاب في	یہ کہا جاتا تھا کہ پانچ
خمس ليال	راتوں میں دعا قبول ہوتی
في ليلة الجمعة	ہے (۱) شب جمعہ (۲)
و ليلة الاضحى	عید الاضحیٰ کی رات (۳)
و ليلة الفطر	عید الفطر کی رات (۴)
و اول ليلة من	رجب کی پہلی رات

---

[1] المدخل ج ۱ ص ۲۹۲

[2] لطائف المعارف ص ۱۴۳

رجب و ليلة النصف من شعبان" ؎ — (۵) شعبان کی پندرہویں رات

اس کے بعد آپ صحابہ و تابعین کا عید کی شب معمول ذکر فرماکر لکھتے ہیں۔

وانما استحب كل ما حكيت في هذه الليالي من غير ان يكون فرضاً۔ ؎ — مذکورہ راتوں کے متعلق جو میں نے بیان کیا ہے میں اسے مستحب سمجھتا ہوں فرض نہیں،

قارئین ملاحظہ فرمائیے ہمارے اسلاف واکابر کی رائے شب برات کے متعلق یہ ہے کہ وہ اسے عظمت وبزرگی والی رات سمجھتے ہیں اس میں عبادت وشب بیداری کے لیے پہلے سے تیاری کرتے ہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ اس شب دعائیں قبول ہوتی ہیں؛

اسی طرح جلیل القدر فقہاء کرام علامہ ابن نجیم مصری (م ۹۷۰ھ) علامہ علاء الدین الحصکفی (م ۱۰۸۸ھ) علامہ حسن بن عمار شرنبلالی (م ۱۰۶۹ھ) اور مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) رحمہم اللہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ سب حضرات فقہاء شب برات میں شب بیداری کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ "اس شب کے بانی مبانی شیعہ

؎ کتاب الام ج ۱ ص ۲۳۱

؎ کتاب الام ج ۱ ص ۲۳۱

تھے وہی اس شب خوشیاں مناتے تھے اور انہوں نے ہی اس کی فضیلت میں روایات گھڑی ہیں" دجل و تلبیس اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں، سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ان دس صحابۂ کرام اور تابعین عظام سے روایت کرنے والے سارے راوی شیعہ ہیں؟ کیا جلیل القدر تابعین حضرت خالد بن معدان، حضرت مکحول، حضرت لقمان بن عامر رحمہم اللہ یہ سب شیعہ ہیں؟ کیا حضرت امام شافعی رحمہ اللہ بھی شیعہ ہیں؟ کیا ابن الحاج مالکی، ابن رجب حنبلی رحمہما اللہ اور مذکورہ فقہا یہ سب شیعہ ہیں؟

ایں کار از تو می آید مرداں چنیں کنند

عجیب بات ہے جس شب کی فضیلت میں دس صحابۂ کرام سے احادیث مروی ہوں، جس کی فضیلت کے قائل صحابۂ کرام، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین ہوں، جس شب میں اسلاف کا عمل تواتر و توارث کے ساتھ چلا آرہا ہو جس کے بارے میں فقہاء اپنی کتابوں میں احکام لکھیں اُسے شیعہ دشمنی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے شیعہ اس شب کے بارے میں جو چاہیں عقیدہ رکھیں اور جو چاہیں عمل کریں وہ جانیں ہمیں اس سے کیا غرض؟ ہم اس شب کی عبادت گزاری کو جسے فقہاء مستحب قرار دے رہے ہیں کیوں چھوڑیں؟ اس طرح تو لازم آئے گا کہ وہ سب اعمال چھوڑ دیئے جائیں جو اصلاً تو اہلسنت کے اعمال ہیں لیکن کرتے ہیں شیعہ اور مرزائی بھی۔

براءت کے تبرّیٰ کے ہم معنی ہونے کی بحث

صدیقی صاحب نے اس رسالہ میں نسبۃً پر لے زور دیا ہے کہ براءت اور تبرّا ہم معنی ہیں اور قرآن و حدیث میں جہاں کہیں بھی لفظ براءت آیا ہے وہ

تبرا کے معنیٰ میں ہے، چنانچہ موصوف "شب براءت یا شب تبرا کی شرعی حیثیت" کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

"عربی زبان میں ان کے معانی میں کوئی فرق نہیں اور یہ ہماری کوئی ذاتی اور انفرادی رائے نہیں بلکہ کتاب اللہ اور حدیث رسول میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ استعمال میں آیا ہے اس نے یہی معنیٰ دیئے ہیں۔" ؎

اس کے بعد صدیقی صاحب نے بطور استشہاد چند آیات و احادیث پیش کی ہیں۔

جواب

صدیقی صاحب نے اس عبارت میں دو دعوے کیے ہیں، ایک تو یہ کہ عربی زبان میں لفظ براءت اور لفظ تبرا کے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں، دوسرے یہ کہ قرآن و حدیث میں جہاں بھی لفظ براءت آیا ہے اس کے معنیٰ تبرا (بیزاری) کے ہیں۔

صدیقی صاحب کے دونوں دعوے غلط ہیں،

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "عربی زبان میں لفظ براءت اور لفظ تبرا کے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں" ان کی ذاتی و انفرادی رائے ہے جو جہالت پر مبنی ہے کوئی ذی شعور بھی اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا۔

صدیقی صاحب اگر عربی، اردو کی کوئی چھوٹی ڈکشنری ہی دیکھ لیتے تو انہیں فرق

؎ شب براءت کیا ہے ص ۵

معلوم ہوجاتا۔ ملاحظہ فرمائیے صاحب مصباح اللغات لفظ برءۃ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"برِئَ (س) برُوءًا و براءًا و براءۃً من العیب والدین: خلاصی پانا، نجات پانا، بَرِئَ (س) و برَءَ (ف) و برُؤَ (ک) برءًا و برُوءًا من المرض شفایاب ہونا، چنگا ہونا، براءۃ تبرئۃ بری کرنا، پاک کرنا، تبرء من التھمۃ .... دور کرنا، تبرء من الذنب: گناہ سے بیزار ہونا .... البراءۃ: برئ کا مصدر۔ فرمان پروانہ" [1]

قارئین ملاحظہ فرمائیے براءت کے معنی ہیں خلاصی پانا، نجات پانا نیز اس کے معنی فرمان اور پروانہ کے بھی ہیں جب کہ تبرا کے معنی فقط بیزاری کے ہیں اس قدر فرق کے ہوتے ہوئے بھی صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ ان میں کوئی فرق نہیں حقیقت سے آنکھیں موندنے کے مترادف ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے تھے کہ براءت کے معنی بیزاری کے بھی آتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ استعمال میں آیا ہے اس نے یہی معنی دیے ہیں یہ بھی صدیقی صاحب کی قرآن و حدیث سے جہالت کی غمازی کرتا ہے۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ لفظ براءت قرآن و حدیث میں بیزاری کے معنی میں بھی آیا ہے اور اس کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی

---

[1] مصباح اللغات ص ۵۴

بیزاری والے معنی سے متعلق آیات و احادیث تو صدیقی صاحب نے پیش فرمادیں بیان آپ وہ آیات و احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ لفظ بیزاری کے علاوہ دیگر معانی میں آیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

(۱) أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ — کیا تم میں جو کافر ہیں انہیں ان لوگوں سے کچھ فضیلت ہے، یا تمہارے لیے کتابوں میں کوئی معافی ہے۔

۵۴ : ۴۳ (ترجمہ حضرت تھانوی)

(۲) أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ — یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ بکتے پھرتے ہیں

۲۴ : ۲۶ (ترجمہ حضرت تھانوی)

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا — اے ایمان والو تم مت ہو ان جیسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کو پھر بے عیب دکھلا دیا اس کو اللہ نے ان کے کہنے سے

۳۳ : ۶۹ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

مَنْ صَلَّىٰ لِلَّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا — جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھے

فِیْ جَمَاعَۃٍ یُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْأُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ" (ترمذی ج ۱ ص ۵۶)

کہ اس کی تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ افک سے متعلق حدیثیں ہیں۔

"وَقَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا فَبَرَّاَهَا اللّٰهُ مِنْهُ" (بخاری ج ۱ ص ۲۳)

آپ کے متعلق تہمت لگانے والوں نے جو کہا تھا کہا اللہ تعالیٰ نے آپکو اس سے پاک قرار دیا

"فَاِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ" (بخاری ج ۱ ص ۲۵)

اگر تم اس سے پاک ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پاکیزگی ظاہر فرما دیں گے۔

"فَكَانَتْ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِحْمَدِي اللّٰهَ فَقَدْ بَرَّاَكِ اللّٰهُ" (بخاری ج ۱ ص ۱)

پہلی بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ اٹھو اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہاری براءت (پاکیزگی) ظاہر فرما دی ہے۔

قارئین آپ نے مذکورہ بالا آیات و احادیث میں ملاحظہ فرمایا کہ لفظ برات بیزاری کے معنی کے علاوہ دیگر معانی میں بھی استعمال ہوا ہے، لہٰذا صدیقی صاحب کا یہ دعویٰ کرنا کہ کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے اس نے یہی معنیٰ دیئے ہیں۔ غلط ہے اور قرآن و حدیث سے جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایسی صورت میں زبردستی برات و تبرا کو ہم معنیٰ قرار دے کر شب برات کو شب تبرا قرار دینا ظلم ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بھی ذہن نشین رہے کہ پانچویں صدی ہجری کی ابتداء تک حدیث و تفسیر کی جتنی کتابیں تصنیف کی گئیں اور اس سلسلہ کی جتنی روایات ان کتابوں میں نقل کی گئیں ان میں سے کسی روایت میں لیلۃ البرات کا لفظ قطعاً نہیں پایا جاتا، بلکہ ہر روایت میں آپ کو یہ الفاظ ملیں گے اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان یعنی جب نصف شعبان کی رات ہو۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کا یہ نام پانچویں صدی کے آخر میں وضع ہوا۔ اس کے واضع صوفیاء ہیں۔ اس رات کا نام ابن جہضم کی بہجۃ الاسرار، غزالی کی احیاء العلوم اور عبدالقادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین میں ملتا ہے اور یہ سب پانچویں چھٹی صدی کے افراد ہیں اور سب صوفی ہیں"۔ [1]

صدیقی صاحب نے اپنی اس تحریر میں بھی دو دعوے کیے ہیں۔

پہلا دعویٰ یہ کہ پانچویں صدی کی ابتداء تک حدیث و تفسیر کی جتنی کتابیں لکھی

---

[1] شب برات حقیقت ص ۹۰

گئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی " لیلۃ البراءت " کا لفظ نہیں پایا جاتا ۔

دوسرا دعویٰ یہ کہ یہ نام رکھنے والے صوفیا ہیں اور ان ہی کی کتابوں میں یہ نام ملتا ہے ۔

قارئین محترم صدیقی صاحب کے یہ دونوں دعوے بلا دلیل ہیں، پہلا تو اس لئے کہ یہ دعویٰ اس وقت صحیح ہوتا جبکہ صدیقی صاحب کی نظر سے پانچویں صدی کی ابتداء تک لکھی جانے والی تفسیر و حدیث کی تمام کتابیں گزری ہوتیں، اور ہم یہ کہنے سے کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی نظر سے تفسیر و حدیث کی تمام کتابیں تو کیا تھوڑی سی بھی نہیں گزری ہونگی، اس لئے کہ " کشف الظنون " وغیرہ میں ایسی ہزاروں کتب تفسیر و حدیث کے نام ملتے ہیں جو آج دنیا میں ناپید ہیں، صدیقی صاحب تو کیا ان کے بڑوں نے بھی نہیں دیکھیں، ایسی صورت میں یہ دعویٰ کرنا کہ " پانچویں صدی کی ابتداء تک حدیث و تفسیر کی جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی لیلۃ البراءت " کا لفظ نہیں پایا جاتا " دعویٰ بلا دلیل نہیں تو اور کیا ہے ؟

اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ " لیلۃ البراءت " کا لفظ پانچویں صدی کی ابتداء تک لکھی جانے والی کتب حدیث و تفسیر میں نہیں پایا جاتا، اور یہ پانچویں صدی کے آخر میں رکھا گیا ہے تو کیا ہوا ؟ شب براءت کا یہ نام اس شب کے جو فضائل احادیث میں آئے ہیں اُن کے پیش نظر رکھا گیا ہے، ہم اس شب کو " لیلۃ البراءت " کہنا یا " شب براءت " کہنا نہ فرض سمجھتے ہیں نہ واجب، نہ سنت نہ مستحب، آپ " لیلۃ البراءت " یا " شب براءت " نہ کہیں " لیلۃ النصف من شعبان " کہہ لیں، جمیں تو اپنے نام پر اصرار ہے نہ آپ کے نام پر اعتراض یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ شعبان کی پندرہویں شب کا نام " لیلۃ البراءت " یا " شب براءت " اگر احادیث میں نہیں آیا تو اس سے ہرگز یہ لازم

نہیں آتا کہ اسے "لیلۃ البراءت" کہنا یا "شبِ برات" کہنا جائز نہ ہو، کیونکہ ہمارے سامنے بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ احادیث مبارکہ میں ان ناموں سے اُن کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن اس کے باوجود ان کے وہ نام استعمال میں آ گئے ہیں اور اُن پر کوئی ذی شعور قدغن نہیں لگاتا۔ مثلاً سورج نکلنے کے فوراً بعد پڑھے جانے والے نوافل کو "اشراق" کچھ دیر بعد پڑھے جانے والے نوافل کو "چاشت" "مغرب کے بعد پڑھے جانے والے نوافل کو "اوّابین" کہتے ہیں حالانکہ یہ نام احادیث میں نہیں آئے، لیکن ان نوافل کے مذکورہ ناموں پر کوئی ذی شعور اعتراض نہیں کرتا کہ چونکہ یہ احادیث میں نہیں آئے اس لیے یہ ناجائز ہیں۔

یا یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارے دینی مدارس میں جو نصاب عام طور پر پڑھایا جاتا ہے اس کے مرتب حضرت ملا نظام الدین محمد سہالوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۱ھ) ہیں لہٰذا وہ ان کی طرف نسبت سے "درسِ نظامی" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ چونکہ یہ نام کسی حدیث میں نہیں آیا اس لیے اس نصاب کو درسِ نظامی کہنا جائز نہیں تو ظاہر بات ہے کہ اس کے اس اعتراض کو بالکل بیہودہ قرار دیا جائے گا کوئی بھی عقل مند آدمی اس کو صحیح نہیں کہے گا۔

رہا صدیقی صاحب کے دوسرے دعوے کا بے دلیل ہونا تو وہ اس لیے کہ نصف شعبان کی شب کا یہ نام (" لیلۃ البراءۃ ") حضرت امام غزالی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہما اللہ کے جمہور مفسرین کی تفسیروں میں ملتا ہے، چنانچہ علامہ زمخشری (م ۵۳۸ھ) کی تفسیر کشاف جلد سوم میں یہ نام موجود ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ صوفی نہیں تھے اب اگر صدیقی صاحب یہ ثابت کر دیتے کہ انہوں نے صوفیاء سے یہ نام سیکھ کر اپنی تفسیر میں درج کیا ہے تو ان کا دعویٰ صحیح ہو سکتا تھا ورنہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے ان سے صوفیاء

نے یہ نام لیکر اپنی کتابوں میں درج کیا ہو دوسرے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صدیقی صاحب کے بیان سے بظاہر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ نام بس صوفیاءؒ کی کتابوں ہی میں ملتا ہے اور کہیں نہیں، حالانکہ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو یہ بات غلط نظر آتی ہے اس لیے کہ آج کے دور میں قدیم مفسرین کی بہت سی ایسی تفسیریں موجود ہیں جن میں یہ نام پایا جاتا ہے چند ایک کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) تفسیر کبیر تصنیف امام رازیؒ م ۶۰۶ھ

(۲) الجامع لاحکام القرآن " ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبیؒ م ۶۷۱ھ

(۳) انوار التنزیل واسرار التاویل " ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی م ۶۸۵ھ

اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ نام صوفیاء نے رکھا ہے تو کیا ہوا کونسی قیامت آگئی، کیا صوفیاء کرام کو کوئی حق حاصل نہیں ؟ کیا امام غزالی اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہا اللہ اپنے وقت کے جید ترین علماء میں سے نہیں تھے ؟ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ وہ ہستی ہیں جن کے علم و فضل سے دنیا مستفید ہوئی اور جن کے صدقے فلسفہ اداکا جامہ زندا میہ محفوظ رہا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ وہ ہستی ہیں جن کی بدولت ہزاروں کفار کو دولت اسلام اور ہزاروں فساق مومنین کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ صدیقی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ سچے صوفیاء کرام جو علماء ربانیین ہوتے ہیں ان پر تاریخ اسلام کو فخر ہے، تاریخ بتلاتی ہے کہ صوفیاء کرام مسلمانوں کا وہ پاکباز اور مقدس طبقہ ہیں جن کے ہاتھوں پر لاکھوں نہیں کروڑوں افراد نے اسلام قبول کیا ہے جو ہمیشہ امن و آشتی اور صدا قت و راستی کا پیغام دیتے رہے ہیں، جو ہمیشہ ایثار و ہمدردی سے کام لیتے ہوئے خلق خدا کی اصلاح میں لگے رہے ہیں۔

صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

" یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نام بنو بویہ اور دیلمیوں کے زمانہ میں وضع کیا گیا ہو کیونکہ یہ لوگ کٹر رافضی تھے اور ۳۳۴ھ سے ۴۴۷ھ تک بغداد پر قابض رہے ہیں ان ہی میں سے ایک شخص معز الدولہ نے ۳۵۲ھ میں عشرۂ محرم میں ماتم کی ابتداء کی ، موجودہ جمعہ کے خطبات جو جمعہ کی مساجد میں پڑھے جاتے ہیں یہ ان ہی کے وضع کردہ ہیں اس نے خطبات میں سے عشرہ مبشرہ اور حضور کی بیبیوں صاحبزادیوں کے نام خارج کیے ازواج مطہرات کا ذکر حذف کرکے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر داخل کیا گیا ۔ اسی کے زمانہ میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ خلفاء راشدین چار ہیں ورنہ اس سے قبل تمام سنی تین خلفاء راشدین کے قائل تھے " ۔ [1]

صدیقی صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیعہ فوبیا کا شکار ہیں اور انہیں ساون کے اندھے کی طرح ہر چیز شیعیت کی پیداوار نظر آتی ہے ، ہم حیران ہیں کہ وہ شیعہ دشمنی میں اہل سنت کی تاریخ کو کیوں مسخ کر رہے ہیں ؟

پیچھے تو صدیقی صاحب بزور یہ ثابت کرچکے ہیں کہ یہ نام پانچویں صدی کے آخر میں وضع ہوا ہے اور اس کے واضع صوفیاء ہیں ، اور یہاں یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ ممکن ہے یہ نام بنو بویہ اور دیلمیوں کے زمانہ میں وضع ہوا ہو جن کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا ہے ، صدیقی صاحب کی کس بات کا اعتبار کیا جائے ؟ ایسے لگتا ہے کہ انہیں خود اپنی تحقیق پر اعتماد نہیں ،

اگر صدیقی صاحب امکان کی بات کرتے ہیں کہ ممکن ہے یہ نام بنو بویہ

---

[1] شہیدِ کربلا ہے کیا ہے ص ۱۰

اور دیلمیوں کے زمانے میں وضع کیا گیا ہو، تو ہمیں بھی امکانی بات کرنے کا حق حاصل ہے ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے یہ نام خیر القرون کے دور میں وضع کیا گیا ہو اور اس سلسلے کو وضع صحابہؓ و تابعین ہوں اس صورت میں جس دلیل سے صدیقی صاحب ہماری امکانی صورت کی تردید کریں گے اسی دلیل سے ہم ان کے امکان کی تردید کردیں گے۔

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "موجودہ جمعے کے خطبات جو ہماری مساجد میں پڑھے جاتے ہیں یہ اُن ہی (بنو بویہ اور دیلمیوں) کے وضع کردہ ہیں" یہ سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے، صدیقی صاحب کا بس نہیں چلتا ورنہ تو شاید وہ یہ کہنے سے بھی گریز نہ کرتے کہ موجودہ قرآن اور ذخیرۂ احادیث بھی شیعوں کا ہے۔

صدیقی صاحب اور ان کے حواریین کو معلوم ہونا چاہیے کہ علماء اہلسنت (دیوبند) کی مساجد میں بالعموم جو خطبات جمعہ پڑھے جاتے ہیں وہ حضرت شاہ ولی اللہ حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ کے مرتب کردہ خطبات ہیں جو وہ خود پڑھا کرتے تھے، اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے شیعیت کے خلاف قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور ہزاروں شیعہ حضرات نے ان بزرگوں کے دست حق پرست پر شیعیت سے توبہ کی ہے ان بزرگوں کے مرتب کردہ خطبات کو شیعوں کے وضع کردہ خطبات قرار دینا بڑی ناانصافی ہے کوئی منصف مزاج آدمی ایسی بات نہیں کرسکتا۔

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "اسی (معزالدولہ) کے زمانے میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ خلفاء راشدین چار ہیں ورنہ اس سے قبل تمام سنی تین خلفاء راشدین کے قائل تھے" یہ ان کے ناصبی ہونے کی بڑی دلیل ہے اور اہل سنت

پر بہت بڑا بہتان ہے۔

صدیقی صاحب ایسی بات اگر نادانستہ طور پر کر رہے ہیں تو یہ انکی اہلسنت کی کتابوں سے جہالت کا نتیجہ ہے اور اگر دیدہ و دانستہ ایسے کر رہے ہیں تو پھر یہ ظلم عظیم ہے ۔ ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

صدیقی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام اہل سنت شروع ہی سے اس بات کے قائل ہیں کہ خلفاء راشدین چار ہیں جیسا کہ اکابر اہلسنت کی کتابیں اس پر شاہد ہیں اور یہ مسئلہ دن کے سورج کی طرح واضح ہے جس میں کوئی خفا نہیں ہے اگر ہمیں طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم وہ تمام دلائل بیان پیش کرتے ، قارئین اس سلسلہ میں اکابر اہلسنت کی کتب بالخصوص حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" کی طرف مراجعت فرمائیں۔

پھر آگے صدیقی صاحب رقمطراز ہیں :

"ایسی صورت میں یہ ممکن ہے کہ بنو بویہ رافضیوں نے شب براءت کا سلسلہ جاری کیا ہو اور اس کے فضائل لوگوں میں پھیلائے ہوں جہاں سے صوفیاء اسے لے اڑے کیونکہ صوفیاء میں کوئی فرد واحد ایسا نہیں گزرا جس نے حدیث میں تحقیق سے کام لیا ہو حتی کہ غزالی جو امامت کے رتبہ پر آج کل فائز سمجھے جاتے ہیں انہوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ حدیث کی کوئی کتاب نہیں پڑھی یہ بھی صرف بطور تبرک"[1]

اس تحریر میں بھی صدیقی صاحب نے امکان کا دور چلایا ہے "ممکن ہے بنو بویہ رافضیوں نے شب براءت کا سلسلہ جاری کیا ہو اور اس کے فضائل لوگوں

---

[1] شب براءت کیا ہے ص ۱۰

میں پھیلائے ہوں ،، صدیقی صاحب کے حواریین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صدیقی صاحب کا یہ ممکن ایسا ہے جس کا وقوع نہیں ہوا ، ہم یہ دلائل ثابت کر آئے ہیں کہ شب براءت کا سلسلہ خیر القرون سے جاری ہے اور صحابہؓ و تابعین اس کی عظمت و فضیلت کے قائل تھے ، صدیقی صاحب کا شب براءت کو شیعوں کے کھاتے میں ڈالنا خود فریبی کے سوا کچھ نہیں ،

دوسرے اس تحریر میں صدیقی صاحب نے صوفیاء کرام کے متعلق جو کچھ کہا ہے یہ صدیقی صاحب کی صوفیاء کرام سے نفرت اور ان کی خدمات سے جہالت کا نتیجہ ہے ۔

صدیقی صاحب ماضی بعید کو چھوڑیئے ، ماضی قریب کو لے لیجئے ، اس میں حضرت شاہ ولی اللہؒ آپ کے صاحبزادگان ، حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی ، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ نے جو تجدیدی کارنامے انجام دیئے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں یہ حضرات ایک طرف شریعت کا درس دیتے تھے تو دوسری طرف طریقت و سلوک کی تعلیم دیتے تھے ، یہ حضرات اپنے دور کے علمی میدان میں بھی شہسوار تھے اور تصوف و تزکیہ کی لائن میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں تھا ، یہ حضرات اعلیٰ درجے کے صوفی بھی تھے محدث بھی ، مفسر بھی ، محقق بھی ، امت مرحومہ پر ان حضرات کی تجدیدی خدمات کا احسان ہے ، صدیقی صاحب کے حواریین بتائیں کہ کیا ان عظیم المرتبت حضرات میں کوئی ایسا فرد نہیں ہے جس نے حدیث میں تحقیق سے کام لیا ہو ؟

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "امام غزالی نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ حدیث کی کوئی کتاب نہیں پڑھی یہ بھی صرف بطور تبرک" نیز صدیقی صاحب کی امام غزالی رحمہ اللہ کی کتابوں سے جہالت کا نتیجہ ہے، صدیقی صاحب اگر "احیاء العلوم" کی احادیث کی تخریج جو علامہ عراقی نے کی ہے اسے ملاحظہ فرما لیتے تو اس جہالت کا اُن سے صدور نہ ہوتا۔

لیلۂ مبارکہ کی بحث

مسئلہ پر صدیقی صاحب نے "لیلۂ مبارکہ" کی بحث چھیڑی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر اس کے متعلق کچھ عرض کر دیا جائے تاکہ کسی قسم کا کوئی الجھاؤ باقی نہ رہے۔

سورۂ دخان کی آیت مبارکہ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔ ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی رات میں ——— اس رات سے کونسی رات مراد ہے؟ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے جمہور مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ اس رات سے مراد "لیلۃ القدر" ہے، بعض مفسرین جن میں سرفہرست حضرت عکرمہؓ ہیں اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے مراد شعبان کی پندرہویں شب ہے جسے عرف عام میں شب براءت کہا جاتا ہے، مفسرین میں سے کس کی بات صحیح ہے کس کی صحیح نہیں، ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ شب براءت کی فضیلت اس آیت کریمہ کی تفسیر پر موقوف نہیں کیونکہ اس کی فضیلت میں مستقل احادیث مبارکہ موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے سابقہ مضمون میں اس آیت کریمہ سے نفیاً و اثباتاً کسی طرح بھی تعرض نہیں کیا۔

صدیقی صاحب نے جو اس آیت کریمہ کے متعلق لمبی چوڑی بحث کی ہے اس

کا خلاصہ جو ہماری سمجھ میں آیا ہے وہ دو باتیں ہیں

(۱) ایک بات تو یہ کہ شب برات کی فضیلت ثابت کرنے والوں نے اس آیت کریمہ میں وارد لیلۃ مبارکہ سے شب برات مراد لے کر ساری عمارت تعمیر کی ہے حالانکہ اس سے مراد لیلۃ القدر ہے نہ کہ لیلۃ البراءت۔ اس کے اُنھوں نے دو دلائل دیئے ہیں

اس کے متعلق ہماری گزارش ہے کہ یہ صدیقی صاحب کی اپنی سوچ ہے ورنہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ شب برات کی فضیلت لیلۃ مبارکہ سے لیلۃ البراءت کے لینے پر موقوف نہیں اس کی فضیلت کے بارے میں مستقل احادیث موجود ہیں۔

(۲) دوسری بات یہ کہ لیلۃ مبارکہ کی تفسیر لیلۃ البراءت سے کرنے والا عکرمہ ہے اور یہ ایسا تھا ویسا تھا اسی نے سارا کھیل کھیلا ہے۔ اس کے بعد صدیقی صاحب نے عکرمہ کے متعلق بعض ناقدین رجال کی جرح نقل کر کے ان کی ذات پر رکیک حملے کیے ہیں اس کے متعلق ہماری گزارش ہے کہ اگر عکرمہ نے لیلۃ مبارکہ سے مراد شب برات لی ہے تو کوئی جرم نہیں کیا، کیونکہ ان کا شمار جلیل القدر مفسرین میں ہوتا ہے۔

حضرت عکرمہؒ کے حالات اور انکی توثیق

حضرت عکرمہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے خصوصی شاگرد ہیں، آپ نے ان کو اپنی سنت سے تعلیم دی ہے۔

حضرت عکرمہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت علی، حضرت حسن بن علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عبد اللہ

بن عمرو، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت جابر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابۂ کرام سے روایت لی ہے [۱]

آپ سے فیض یافتہ لوگوں کی ایک طویل فہرست ہے جن میں حضرت ابراہیم نخعیؒ ابوالشعثاء، جابر بن زید، امام شعبی، ابواسحٰق سبیعی، ابوالزبیر، قتادہ، سماک بن حرب، عاصم الاحول، حصین بن عبدالرحمٰن، ایوب سختیانی، خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند، عاصم بن بہدلہ، عبدالکریم الجزری، عبدالرحمٰن بن سلیمان، حمید الطویل [۱] رحمہم اللہ جیسے اکابر محدثین سرفہرست ہیں۔

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں میں نے چالیس سال طلب علم میں گزارے [۲]

حضرت عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں " مجھے حضرت جابر بن زیدؒ نے چند مسائل کی فہرست دی اور فرمایا جاؤ عکرمہ سے پوچھ کر آؤ، نیز فرمایا عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ بحر العلوم ہیں ان سے مسائل پوچھا کرو " [۳]

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں " ہمارے زمانے میں کتاب اللہ کا کوئی عالم عکرمہ سے بڑا باقی نہیں رہا " [۵]

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں " تابعین میں چار آدمی سب سے زیادہ عالم تھے عطاء بن ابی رباح، سعید بن جبیر، عکرمہ اور حسن بصری رحمہم اللہ " [۶]

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۶۳۔

[۲] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۶۳۔

[۳] تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۹۶۔

[۴] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۶۶۔

[۵] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۶۶

[۶] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۶۶

نیز آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "تابعین میں تفسیر (قرآن) کو سب سے زیادہ جاننے والے عکرمہ ہیں" [۱]

امام مروزیؒ کہتے ہیں "میں نے امام احمدؒ سے پوچھا عکرمہ کی حدیث سے احتجاج کیا جا سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں کیا جا سکتا ہے"۔ [۲]

عثمان دارمیؒ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا کہ آپ کو حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں میں سے عکرمہؓ زیادہ محبوب ہیں یا عبیداللہؒ فرمایا دونوں، میں نے عرض کیا عکرمہؓ اور سعید بن جبیرؒ میں سے کون محبوب ہیں فرمایا دونوں ثقہ ہیں"۔ [۳]

جعفر طیالسیؒ یحییٰ بن معینؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ عکرمہ اور حماد بن سلمہ کی برائی کر رہا ہے تو اسے اسلام کے بارے میں متہم جانو"۔ [۴]

امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ "عکرمہ مکی ہیں اور ثقہ ہیں اور ان پر جو خارجی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے وہ اس سے بری ہیں"۔ [۵]

امام بخاریؒ فرماتے ہیں "ہمارے تمام اصحاب عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں"۔ [۶]

---

[۱] تہذیب ج ۷ ص ۲۶۶۔

[۲] تہذیب ج ۷ ص ۔

[۳] تہذیب ج ۷

[۴] تہذیب ج ۷ ۔

[۵] تہذیب ج ۷ ص ۲۷۰۔

[۶] تہذیب ج ۷ ص ۲۷۰۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں ” عکرمہ ثقہ ہیں “ [1]

ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا عکرمہ کیسے ہیں؟ فرمایا ثقہ ہیں میں نے عرض کیا ان سے احتجاج کیا جا سکتا ہے فرمایا ہاں جبکہ ان سے ثقہ راوی روایت کریں۔ [2]

بعض محدثین نے حضرت عکرمہؒ پر کچھ اعتراضات بھی کیے ہیں لیکن محققین علماء نے ان اعتراضات کو پوری تحقیق و تفتیش کے بعد رد کر دیا ہے، اس مسئلہ پر علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے ” ہدی الساری مقدمہ فتح الباری “ میں نہایت مبسوط اور کافی شافی بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ متعدد ائمہ حدیث نے عکرمہ کے حالات کی تحقیق پر اور ان پر عائد کیے جانے والے اعتراضات کی تفتیش کے لیے مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں ابن جریر طبری، امام محمد بن نصر مروزی، ابو عبد اللہ ابن مندہؒ، ابو حاتم بن حبان اور ابو عمر بن عبد البر رحمہم اللہ جیسے حضرات شامل ہیں۔ [3]

تقریباً تمام ائمہ حدیث نے آپ سے روایات لی ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے جو نقد رجال کے معاملے میں بہت سخت ہیں اور جنہوں نے مشتبہ راویوں تک کو چھوڑ دیا ہے انہوں نے بھی اپنی صحیح میں ان کی روایات نقل کی ہیں، حضرت امام مسلمؒ کی طرف منسوب ہے کہ وہ عکرمہؒ پر طعن کرتے تھے لیکن انہوں نے بھی اپنی صحیح میں عکرمہؒ کی روایت مقروناً ذکر کی ہے، حضرت امام مالکؒ کی طرف منسوب ہے کہ آپ عکرمہؒ کو ناپسند کرتے تھے لیکن خود آپ نے موطا کی کتاب الحج میں عکرمہؒ کی روایت نقل کی ہے۔ [4]

---

[1] تہذیب ج ۷ ص ۲۷۰ ۔ [2] تہذیب ج ۷ ص ۲۷۰ ۔

[3] ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۲۵ ۔

[4] ہدی الساری ص ۴۳۰

صدیقی صاحب پر حیرت ہے کہ انہوں نے خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر
محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے حضرت عکرمہؒ پر بعض محدثین کی جرحیں نقل کر کے
انہیں ایک جھوٹا شخص کے روپ میں پیش کر دیا، اور محقق علماء کرام نے جو ان
جرحوں کے جوابات دیئے ہیں ان سے آنکھیں موندلیں، اور صرف یہی نہیں صدیقی صاحب
نے حضرت عکرمہؒ کی بابت جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

صدیقی صاحب کی دروغ گوئی

چنانچہ صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"اسی باعث امام مالک اور امام مسلم نے اس سے کوئی روایت
نہیں لی اور عکرمہ کے اس قول کو تمام محدثین نے منکر قرار دیا" [۱]

صدیقی صاحب نے اس دو سطری عبارت میں دو جھوٹ بولے ہیں ایک
تو یہ کہ امام مالکؒ اور امام مسلمؒ نے عکرمہؒ سے روایت نہیں لی، دوسرے یہ کہ عکرمہؒ
کے اس قول کو تمام محدثین نے منکر قرار دیا ہے۔

پہلے جھوٹ کے متعلق عرض ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام مسلمؒ
دونوں نے عکرمہؒ سے روایت لی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے امام مالکؒ کی روایت۔

"مالك عن ثور	حضرت امام مالکؒ ثور بن زیدؒ
بن زيد الديلي	کے واسطے سے حضرت
عن عكرمة مولى	عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ
ابن عباس قال	سے روایت کرتے ہیں کہ

[۱] شب براءت کیا ہے ص ۱۰۔

لا اظنــــه الا عن	انہوں نے فرمایا مجھے یقین
عبـــد الله بن	ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن
عبا س انه قال	عباس رضی اللہ عنہما ہی کا
الذی یصیب اهله	فرمان ہے آپ نے فرمایا جو شخص
قبــل ان یغیــض	طہارت اغاضہ سے پہلے بیوی سے
یمتــجی و یهدی ¹	صحبت کرے وہ عمرو کرے اور
	ہدی دے ۔

امام مسلمؒ کی روایت بھی ملاحظہ فرماتے چلیں ۔

(۱) حدثنـــا اسحٰق بن ابراهیـــم واللفظ لـــه اخبرنـا محمـــد بن بـکر اخبرنا ابن جریج اخبرنی ابوالزبیـــر انه سمع طاؤسا و عـــکرمة مولـــی ابن عبـــا س عن ابن عبا س ² الحدیث

(۲) حدثنـــا هٰرون بن عبـــد الله حدثنـــا ابوداود الطیـــالسی حدثنـــا حبیب بن یزید عن عـــمرو بن هَرِم عن سعید بن جبـــیر و عکرمة عن ابن عباس ³ الحدیث

یہ دو روایتیں تو حضرت عکرمہؒ سے مقرونا ہیں ایک میں عکرمہؒ کے متعلق

---

¹ مؤطا امام مالکؒ ص ۱۴۱

² مسلم ۱ ص ۳۸۵

³ مسلم ۱ ص ۳۸۵

طاؤس ؒ ہیں دوسری میں سعید بن جبیر ہیں رحمہم اللہ ، اسی مسلم کی دوسری جلد میں ایک روایت عکرمہ ؒ سے متعارضت کے بغیر ہی موجود ہے ملاحظہ فرمایئے مسلم ج ۱ ص ۳۰۲ جب مؤطا اور مسلم دونوں میں حضرت عکرمہ ؒ سے روایات موجود ہیں تو ایسی صورت میں صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ امام مالک اور امام مسلم ؒ نے عکرمہ ؒ سے روایت نہیں لی جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے ؟

صدیقی صاحب کے دوسرے جھوٹ کی نسبت عرض ہے کہ اگر صدیقی صاحب کی یہ بات پکی ہے تو ان کے حواری اس کا ثبوت پیش فرمائیں ورنہ ہم اسے صدیقی صاحب کا جھوٹ شمار کرنے پر مجبور ہوں گے ۔

صدیقی صاحب کا تضاد

صدیقی صاحب رقمطراز ہیں :

" یہ عکرمہ خارجی تھا اور تمام مسلمانوں کا قتل فرض سمجھتا تھا " [۱]

آگے چل کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشادات کی حقیقت کے ذیل میں لکھتے ہیں :

" شب برات کا اصل بانی مبانی یہی ہے " [۲]

پیچھے با حوالہ گزر چکا ہے کہ صدیقی صاحب شب برات کا بانی مبانی رافضیوں کو سمجھتے ہیں اور یہاں صدیقی صاحب عکرمہ کو خارجی قرار دے کر شب برات کا بانی مبانی اسے قرار دے رہے ہیں سوال یہ ہے کہ رافضی اور خارجی دونوں ایک ہوتے ہیں یا الگ

---

[۱] شب برات کیا ہے ص ۱۹ ۔

[۲] شب برات کیا ہے ص ۱۹ ۔

میں فرق ہے ؟ اگر دونوں میں فرق ہے اور دونوں الگ الگ فرقے ہیں تو پھر عکرمہ کو خارجی قرار دے کر نہیں شب برات کا بانی مبانی قرار دینے کا کیا مطلب ؟ صدیقی صاحب تو دنیا سے جا چکے اُن کے حواری اس تضاد کو اٹھائیں۔

حضرت عثمان بن محمد بن مغیرہؒ کی روایت

صدیقی صاحب حضرت عثمان بن محمد بن مغیرہؒ کی روایت پیش کر کے اس پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں۔

"عثمان بن المغیرہ کی اس روایت کو اگر فرشتے بھی نقل کرتے تب بھی یہ قابل اعتبار نہ ہوتی۔ کیونکہ عثمان بن مغیرہ کوئی صحابی نہیں بلکہ چھوٹے درجے کا تابعی ہے اور یہ روایت مرسل ہے اور پھر قرآن کے سراسر خلاف ہے"۔ ؎۱

غنیمت ہے صدیقی صاحب نے بات فرشتوں تک محدود رکھی اگر وہ کہہ دیتے کہ "اس روایت کو اگر اللہ تعالیٰ بھی نقل کرتے تب بھی یہ قابل اعتبار نہ ہوتی" تو کوئی ان کا کیا بگاڑ لیتا۔

صدیقی صاحب یہ روایت آپ کے یہاں اور آپ کے ہمنواؤں کے یہاں قابل اعتبار نہ ہو تو نہ ہو محدثین کے یہاں قابل اعتنا ہے اور وہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ جب عثمان بن محمد بن مغیرہؒ ثقہ راوی ہیں تو چاہے وہ چھوٹے درجے کے تابعی ہوں یا بڑے درجے کے روایت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی حدیث کا مرسل ہونا ہمارے نزدیک کوئی عیب ہے جمہور محدثین حدیث مرسل کو حجت مانتے ہیں۔

؎۱ شب برات کی شرعی حیثیت ص ۲۱

باقی رہا صدیقی صاحب کا اس روایت کو قرآن کے خلاف قرار دینا یہ اُن کے فہم کا قصور ہے، چنانچہ ہم پیچھے "ایک اعتراض اور اس کا جواب" (ص ۴۵) کے ذیل میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ مذکورہ احادیث قرآن کے قطعاً خلاف نہیں ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں چونکہ "لیلۂ مبارکہ" سے لیلۃ القدر مراد لی ہے (اور لیلۂ براءت مراد لینے کو بعید از عقل قرار دیا ہے) اور حضرت عثمان بن محمد بن مغیرہؓ کی روایت اُن کے نزدیک بظاہر اس تفسیر کے معارض ہے اس لیے انہوں نے اُن کی روایت کو ذکر کر کے فرمایا کہ "یہ روایت مرسل ہے اور ایسی روایت سے نصوص کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا" ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔ ہم بھی لیلۂ مبارکہ سے شب براءت مراد نہیں لیتے اور نہ ہمارا موقف اس پر موقوف ہے چنانچہ پیچھے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ شب براءت کی فضیلت لیلۂ مبارکہ سے شب براءت مراد لینے پر موقوف نہیں بلکہ اس کی فضیلت سے متعلق مستقل احادیث موجود ہیں اور وہ احادیث نصِ قرآنی کے معارض نہیں ہیں۔

آگے صدیقی صاحب نے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے حوالے سے جو یہ لکھا ہے کہ "لیلۂ مبارکہ سے جو شخص شب براءت مراد لیتا ہے اس نے قرآن کی صریح مخالفت کی اور انتہائی خلافِ عقل بات کی" [1]

یہ صدیقی صاحب کا جھوٹ ہے، تفسیر ابن کثیر میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے۔

صدیقی صاحب آگے چل کر حضرت عثمان بن محمد بن مغیرہؓ کی روایت کی سند پر بحث کرتے ہوئے اس سند کے ایک راوی عبداللہ بن صالح کو مجروح قرار دیتے ہیں۔

---

[1] شب براءت کیا ہے ص ۲۱

قارئین محترم! صدیقی صاحب نے عبداللہ بن صالح کے متعلق محدثین کی جو
جرحیں نقل کی ہیں اُن میں انہوں نے انتہائی دجل و فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے
چنانچہ انہوں نے اول تو عبداللہ بن صالح کے متعلق محدثین کے اقوال ادھورے نقل کیے
ہیں اور ان کی جانب ایسے الفاظ منسوب کر دیئے ہیں جو انہوں نے نہیں کہے، دوسرے
جن محدثین نے عبداللہ بن صالح کی توثیق کی ہے ان کے اقوال کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔
ہم پہلے عبداللہ بن صالح کی توثیق کرنے والے محدثین کے اقوال ذکر کرتے ہیں پھر صدیقی
صاحب کی خیانت، دھوکہ دہی اور بہتان تراشی کو ظاہر کریں گے۔

عبداللہ بن صالحؒ کی توثیق

(۱) عبدالملک بن شعیب بن اللیثؒ فرماتے ہیں،

"ثقة مامون" — عبداللہ بن صالح ثقہ اور مامون ہیں

(۲) ابو حاتمؒ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین کو عبداللہ بن صالح کے متعلق
یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

"اقل احواله ان یکون قرأ هذه الکتب علی اللیث واجازها له" — ان کے اقل احوال میں سے یہ ہے کہ انہوں نے امام لیث سے یہ کتابیں پڑھی ہیں اور امام لیث نے انہیں ان کی اجازت دی ہے۔

(۳) ابو حاتمؒ کہتے ہیں:

"هو صدوق امین ما علمته" — جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ صدوق اور امین ہیں۔

(۴) امام ابو زرعہؒ فرماتے ہیں:

" لم یکن عندی ممن یتعمد الکذب وکان حسن الحدیث "	وہ میرے نزدیک اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں اور اُن کی حدیث حسن ہے۔

(۵) فضیل بن محمد شعرانیؒ فرماتے ہیں:

" ما رأیت ابا صالح الا وھو یحدث او یسبح "	میں نے ابو صالح کو جب بھی دیکھا یا تو حدیث بیان کرتے دیکھا یا تسبیح پڑھتے دیکھا

(۶) ابن عدیؒ فرماتے ہیں

" ھو عندی مستقیم الحدیث الا انہ یقع فی اسانیدہ و متونہ غلط ولا یتعمد "	وہ میرے نزدیک مستقیم الحدیث ہیں ہاں ان کی اسانید اور متون میں غلطی واقع ہو جاتی ہے لیکن وہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کرتے۔

(۷) ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

" کان فی نفسہ صدوقا انما وقعت المناکیر فی حدیثہ من قبل جار لہ "	عبداللہ بن صالح بذات خود صدوق ہیں اور انکی احادیث میں جو منکر روایتیں آ گئی ہیں وہ ان کے پڑوسی کی کارستانی کی وجہ سے آئی ہیں۔

عبداللہ بن صالح کے متعلق یہ تمام اقوال میزان الاعتدال ج ۲ ص۴۴۰، ص۴۴۲ میں موجود ہیں اور یہ وہی کتاب ہے جس سے صدیقی صاحب نے جرح نقل کی ہیں۔

صدیقی صاحب کی دھوکہ دہی اور بہتان تراشی

قارئین کرام عبداللہ بن صالح کی توثیق کے بعد اب آپ صدیقی صاحب کی دھوکہ دہی اور بہتان تراشی ملاحظہ فرمائیے:

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"امام سعید بن منصور کا بیان ہے کہ یہ اتنا مُغَفَّل انسان تھا کہ اگر اس پر کوئی کاغذ کا پرزہ ڈال جاتا اور اس میں کوئی روایت لکھی ہوتی تو اسے امام لیث اور زہری کی جانب منسوب کر دیتا" [۱]

صدیقی صاحب نے اپنی اس تحریر میں امام سعید بن منصور پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے انہوں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ قارئین ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمائیں تاکہ صدیقی صاحب کے بہتان کی قلعی کھل جائے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں:

"قال سعید بن منصور کلمنی یحیی بن معین قال احب ان تمسك عن عبد الله بن صالح فقلت لا امسك عنه وانا اعلم الناس به انما كان كاتبا للضياع" [۲]

---

[۱] شب برات کیا ہے ص۱۲۔

[۲] میزان الاعتدال ج ۲ ص۴۴۱۔

امام سعید بن منصور فرماتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن معین نے گفتگو کرتے
ہوئے کہا میری خواہش ہے کہ آپ عبداللہ بن صالح سے ترک جائیں
میں نے کہا کہ میں تو ان سے نہیں ترک سکتا جبکہ میں انہیں لوگوں سے
زیادہ جانتا ہوں، وہ ضیاع کی تحقیق پڑھتے تھے،
قارئین محترم ملاحظہ فرمائیے کیا حضرت سعید بن منصور کے قول میں یہ بات
ہے کہ عبداللہ بن صالح مغفل انسان تھا؟ اور کیا انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر عبداللہ
بن صالح کو زمین پر کوئی کاغذ کا پرزہ مل جاتا اور اس میں کوئی روایت لکھی ہوتی تو وہ
اسے امام لیث اور زہری کی طرف منسوب کر دیتا تھا؟ اصل بات یہ ہے کہ صدیقی
صاحب نے دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیتے ہوئے ایک صحیح بات کا جھگڑ
بنایا ہے اس لیے کہ ضیاع ، ضیعۃ کی جمع ہے جس کے معنی جائداد کے آتے ہیں
اس صورت میں معنی ہوگا کہ عبداللہ بن صالح جائداد کی تحقیق پڑھتے تھے لیکن
صدیقی صاحب نے اس کے معنی زمین پر گرے پڑے کاغذ کے پرزے کر کے
خود ساختہ مطلب مراد لیا ہے اور دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں یہ ایک پاگل انسان تھا" ۔ [1]

صدیقی صاحب نے امام ابن خزیمہؒ پر بہتان باندھا ہے، صدیقی صاحب
کے حواریین کو ہمارا چیلنج ہے کہ اگر ہمت ہے تو یہ الفاظ میزان الاعتدال سے نکال
کر دکھائیں، دیدہ باید۔

---

[1] شب جلد سے گیا ہے ص ۲۲

صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

" صالح جزرہ کہتے ہیں کذاب ہے " ؎۱

صدیقی صاحب نے امام صالح جزرہ کی آدھی بات نقل کی ہے اور آدھی کھا گئے ہیں اور جو نقل کی ہے اس کا مطلب بھی غلط لیا ہے ، قارئین امام جزرہ کی پوری بات ملاحظہ فرمائیں ۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں :

" قال صالح جزرة كان ابن معين يوثقه وهو عندى يكذب فى الحديث " ؎۲

امام صالح جزرہ فرماتے ہیں یحیٰی بن معین عبداللہ بن صالح کو ثقہ قرار دیتے تھے ، لیکن وہ میرے نزدیک حدیث میں خطا کے مرتکب ہوتے ہیں ،

قارئین محترم یہ ہیں صدیقی صاحب کی کارستانیاں جن پر ان کے حواری انہیں محقق دوراں اور امام الحدیث ، نقاد ، اور ماہر اسماء الرجال جیسے القابات سے نوازتے ہیں ۔

؎ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین محترم : عبداللہ بن صالح صدوق اور ثقہ راوی ہیں امام بخاریؒ نے ان سے تعلیقاً اور ان کے علاوہ امام ترمذیؒ ، امام ابوداؤدؒ ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے ان سے اصالتاً روایات لی ہیں لہٰذا ان کی یہ روایت بالکل صحیح ہے اور اس کا مرسل ہونا ہمارے نزدیک کوئی عیب نہیں ، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کو مرسل تو ضرور کہا ہے لیکن اس پر جرح کوئی نہیں کی صدیقی صاحب نے اس کے متعلق جو خامہ فرسائی کی ہے سب بیکار ہے ۔

؎۱ شب برات کیا ہے ص ۲۲ ؎۲ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۴۱

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"اس سے یہ ثابت ہوا کہ نہ تو یہ روایت عقیل بن الفضل نے بیان کی تھی نہ امام زہری نے اور نہ امام لیث اس کے ذمہ دار ہیں، بلکہ یہ عبداللہ بن صالح نے گھڑ کر یا کسی فرضی زمین پر پڑے ہوئے پرچہ کو دیکھ کر ان حضرات کی جانب منسوب کی اور یہ روایت دو سو سال بعد وجود میں آئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان حضرات محدثین کی ذات اس جھوٹ سے مبرا ہے" ؎

ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یا تو صدیقی صاحب کی عقل ماؤف ہو گئی تھی اور وہ جرح میں اناپ شناپ لکھتے جاتے تھے، یا پھر وہ فن حدیث سے بالکل جاہل تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اول تو عبداللہ بن صالح ثقہ راوی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے یہ روایت گھڑ کر محدثین کیطرف منسوب کی ہے یہ انتہائی ناانصافی ہے، اگر تنقید حدیث کے بارے میں یہی انداز اپنایا گیا تو کوئی حدیث بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کو امام لیث سے روایت کرنے میں عبداللہ بن صالح منفرد بھی نہیں ہیں بلکہ ان کے دو متابع (۱) آدم بن ابی ایاس (۲) اور جنید بن سلیمان موجود ہیں۔

قارئین دونوں کی روایات ملاحظہ فرمائیں

حافظ ابن جریر طبریؒ یہی روایت اپنی سند سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"حدثنی جنید بن آدم بن ابی ایاس قال ثنا ابی قال ثنا اللیث عن عقیل بن خالد عن ابن

؎ شب برات کیا ہے ص ۱۱۸

شہاب عن عثمان بن محمد بن المغیرۃ
بن الاخنس » الخ [1]

آدم بن ابی ایاس صحاح ستہ کے راوی ہیں آپ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

" آدم بن ابی ایاس عبد الرحمٰن العسقلانی اصلہ خراسانی یکنی ابا الحسن نشأ ببغداد ثقۃ عابد من التاسعۃ مات سنۃ احدی وعشرین " [2]

آدم بن ابی ایاس اصلاً خراسانی ہیں ابو الحسن کنیت ہے بغداد میں نشوونما پائی ہے ثقہ ہیں عبادت گزار ہیں نویں درجہ کے راوی ہیں ۲۲۱ھ میں وفات پائی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ یہ روایت اپنی سند سے اس طرح بیان کرتے ہیں۔

" اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ و محمد بن موسی قالا نا ابو العباس الاصم نا محمد بن علی الوراق نا سعید بن سلیمان نا لیث بن سعد عن عقیل عن الزھری عن عثمان بن محمد بن المغیرۃ الاخنس » [3]

سعید بن سلیمانؒ صحاح ستہ کے راوی ہیں آپ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:

---

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن جز ۱۵ ص ۲۵

[2] تقریب التہذیب ص

[3] شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۸۶

"سعید بن سلیمان الضبی ابو عثمان الواسطی نزیل بغداد البزاز لقبه سعدویہ ثقۃ حافظ من کبار العاشرۃ مات سنۃ خمس و عشرین و لہ مائۃ سنۃ"[1]

ابو عثمان الواسطی سعید بن سلیمان الضبی بغداد میں رہتے تھے پارچہ باف تھے ان کا لقب سعدویہ تھا ثقہ اور حافظ الحدیث تھے دسویں طبقہ کے کبار محدثین میں سے تھے ۲۲۵ھ میں سو سال کی عمر میں وفات پائی۔

ان حالات میں صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ " یہ عبداللہ بن صالح نے گھڑ کر یا کسی غرضی زمین پر پڑے ہوئے پرچہ کو دیکھ کر ان حضرات کی جانب منسوب کر دی" انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

صدیقی صاحب کی جہالت

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"افسوس کہ امام لیث کو اچھا شاگرد نہ مل سکا ورنہ شاید آج روئے زمین پر امام لیث کا مسلک بھی پایا جاتا۔"[2]

اس تحریر سے ایسے لگتا ہے جیسے صدیقی صاحب کے نزدیک امام لیث کے صرف ایک ہی شاگرد تھے عبداللہ بن صالح، اور عبداللہ بن صالح ان کے نزدیک اچھے آدمی نہ تھے اس لیے وہ افسوس کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہمیں تو صدیقی صاحب کی جہالت پر افسوس ہو رہا ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ امام لیث کے صرف ایک

---

[1] تقریب التہذیب

[2] شب براءت کی شرعی حیثیت ص ۲۳

ہی شاگرد نہیں بلکہ اور بھی کئی ایک ہیں چنانچہ آدم بن ابی ایاس بھی ان کے شاگرد ہیں جن کا اوپر تذکرہ گزرا ۔ ان کے علاوہ ابن وہب، سعید بن ابی مریم، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، یحییٰ بن یحییٰ قرطبی، قتیبہ بن سعید، محمد بن رمح، عیسیٰ بن حماد، ابو الجہم وغیرہم بھی ان کے شاگرد ہیں کسی کے مسلک کا پایا جانا شاگردوں کی وجہ سے ضروری نہیں ہوتا یہ تو اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے اس نے جس کا مسلک چاہا باقی رکھا جس کا چاہا ختم کر دیا۔ صدیقی صاحب کے حواری بتائیں کہ ان اکابر محدثین پہ کیچڑ اچھالنا بھی اچھا نہیں ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

آگے صدیقی صاحب نے " بقیع کی کہانی " کا عنوان قائم کر کے ص ۲۳ سے ص ۲۵ تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے خلاف خوب دل کا غبار نکالا ہے اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید شب براءت کی ساری فضیلت صرف اسی ایک حدیث سے متعلق ہے اور احادیث ہیں ہی نہیں، اور شب براءت کی فضیلت میں جب تک یہ حدیث بیان نہ ہو اس کی فضیلت کا بیان ہی نا تمام رہتا ہے اسی لیے صدیقی صاحب اس حدیث کے متعلق امام ترمذیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے گوہر افشانی کرتے ہیں۔

" یہ دوسری بات ہے کہ اس دور کے علماء ان کے فیصلہ کو بیان نہ کریں اور شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جائیں، اس لیے کہ اگر یہ علماء امام ترمذی کا وہ قول بھی نقل کر دیں تو قصہ بقیع کی تمام عمارت زمین کے برابر ہو جائے گی۔ پھر یہ مجمعے کیسے لگیں گے اور بازار میں ان کے سستی مال کی مارکیٹ کیسے قائم ہوگی "۔ [۱]

۱۔ شب براءت کیا ہے ص ۲۲

یہ خیالات صدیقی صاحب کو مبارک ہوں ہمیں ان کے اس تجزیے کی کوئی پروا نہیں لیکن ان کے حواریین کو سمجھ لینا چاہیے کہ شب براءت کی فضیلت خواہ اس روایت پر موقوف نہ ہو اور نہ ہمیں اس روایت کے بیان کرنے پر اصرار ہے مگر پوچھنا یہ ضرور ہے کہ صدیقی صاحب اس حدیث کو موضوع قرار دے کر آخر اسلام کی کونسی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور کونسی سنت کا احیاء ان کے پیش نظر ہے۔؟

قارئین محترم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث درج ذیل محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کی ہے۔

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں، امام ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں، امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں، امام بیہقیؒ نے شعب الایمان اور فضائل الاوقات میں، امام ابوبکر ابن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف میں، امام بغویؒ نے شرح السنۃ میں، امام عبد بن حمیدؒ نے اپنی مسند میں، شیخ ولی الدین الخطیبؒ نے مشکوٰۃ المصابیح میں لیکن ان جلیل القدر محدثین میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو شدید قسم کی ضعیف یا موضوع قرار نہیں دیا، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اسے دیگر متعدد طرق سے تقویت حاصل ہے لہٰذا یہ حدیث حسن اور صحیح لغیرہ کے درجہ کی ہے۔ چنانچہ ناصر الدین البانی اس حدیث کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"وجملة القول ان الحديث بمجموع هذه الطرق صحيح بلا ريب والصحة تثبت بأقل منها عددا ما دامت سالمة من الضعف الشديد كما هو الشان في هذا الحديث" [1]

---

[1] سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ج ۳ ص ۱۳۸۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ان تمام طرق کے سبب بلاشک و شبہ صحیح ہے۔ اور حدیث کی صحت تو ان طرق سے بھی کم سے ثابت ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ ضعف شدید سے سلامت رہے، جیسا کہ اس حدیث کا معاملہ ہے۔

صدیقی صاحب نے حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کے بارے میں اس روایت کے نقل کرنے کی وجہ سے جو کچھ لکھا ہے اس میں جھوٹ اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے، اگر ہم اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوں تو بات طویل ہو جائے گی، قارئین اس کی بابت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب کی کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" کا مطالعہ فرمائیں ان شاء اللہ صدیقی صاحب کے ڈھول کا پول کھل جائے گا۔ البتہ انہوں نے امام ترمذیؒ کے حوالے سے اس حدیث کے بارے میں جو بات نقل کر کے اس پر اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کی ہے اس کے متعلق ہم ضرور کچھ عرض کریں گے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

"حديث عائشة لا نعرفه الا من هذا الوجه من حديث الحجاج وسمعت محمدًا يقول يضعف هذا الحديث وقال يحيى بن ابي كثير لم يسمع من عروة قال محمد والحجاج لم يسمع من يحيى بن ابي كثير." [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث حجاج بن ارطاۃ کی اس سند سے

---

[1] ترمذی ج ۱ ص ۱۵۶ باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان۔

ہمیں معلوم ہوئی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے سماعت نہیں کی اور امام بخاریؒ کا کہنا ہے کہ حجاج بن ارطاۃ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے سماعت نہیں کی۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں وجہ ضعف کی یہ ہے کہ اس میں دو جگہ انقطاع ہے ایک تو یہ کہ حجاج بن ارطاۃ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے سماعت نہیں کی، دوسرے یہ کہ خود یحییٰ بن ابی کثیر نے عروہ سے سماعت نہیں کی، بس ضعف کی فقط اتنی وجہ ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ اول تو علامہ عینیؒ[۱] بحوالہ لیث کے بقول کچھ لوگ یحییٰ بن کثیر کی عروہ سے سماعت کے قائل ہیں اس صورت میں انقطاع فقط ایک رہ جاتا ہے، اور اگر عدم سماع ہی کا قول کیا جائے تو بھی اس حدیث میں سوائے انقطاع کے کوئی عیب نہیں اور عند الاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر نہیں جبکہ اس کے رُواۃ بھی ثقہ ہیں اور اس کی تائید بھی دیگر روایتوں سے ہو رہی ہے اسی لیے البانی صاحب نے اسے بلا شک وشبہ صحیح قرار دیا ہے حالانکہ موصوف معمولی جرح کی وجہ سے حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دے دیتے ہیں۔

صدیقی صاحب کی اصولِ حدیث سے جہالت

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"اس طرح یہ روایت دو مقام سے منقطع ہوئی اور منقطع روایت

۱؎ دیکھئے عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۸۲

محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہے اور جو روایت دو جگہ سے منقطع ہو وہ محدثین کے نزدیک معضل کہلاتی ہے جو انتہائی شدید قسم کی ضعیف بلکہ منکر و مردود ہوتی ہے، اسی لیے حافظ بدرالدین عینی حنفی، ابن دحیہ اور ابن العربی مالکی نے اسے موضوع قرار دیا۔[1]

پیچھے ہم عرض کر چکے ہیں کہ منقطع حدیث احناف کے یہاں قابل قبول ہے لہٰذا صدیقی صاحب کا علی الاطلاق یہ کہنا کہ منقطع روایت محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہے غلط ہے۔

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ جو روایت دو جگہ سے منقطع ہو وہ محدثین کے نزدیک معضل کہلاتی ہے یہ بھی علی الاطلاق درست نہیں بلکہ اس میں یہ قید ہے کہ دو جگہ سے انقطاع متصل ہو اگر درمیان میں واسطہ آ جائے تو وہ معضل نہیں رہتی اور اس روایت میں دو جگہ سے انقطاع متصل نہیں ہے درمیان میں واسطہ ہے، لہٰذا صدیقی صاحب کا اسے معضل قرار دینا غلط ہے جو اصولِ حدیث سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ باقی صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ بے حوالہ ہے اُن کے حواری اس کا حوالہ پیش فرمائیں دیدہ باید

صدیقی صاحب کا جھوٹ

صدیقی صاحب نے حسبِ سابق حجاج بن ارطاۃ کے متعلق بھی "میزان الاعتدال" سے توڑ مروڑ کر جرحیں تو نقل کیں لیکن ان کے متعلق محدثین کی توثیق اور اُن کا فیصلہ نقل نہیں کیا اور ساتھ ہی یہ جھوٹ بول دیا کہ

---

[1] شبِ برأت کیا ہے ص ۲۰

"حجاج بن ارطاۃ تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔" [1]

ہم قارئین کے سامنے حجاج بن ارطاۃ کی توثیق کے متعلق محدثین کے اقوال اور اُن کا فیصلہ ذکر کرتے ہیں تاکہ صدیقی صاحب کے اس جھوٹ کا پول بھی کھل جائے

حجاج بن ارطاۃ کی توثیق

(۱) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

"کان من الحفاظ" [2]

حجاج بن ارطاۃ حفاظِ حدیث میں سے تھے۔

(۲) حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں:

"قدم علینا حجاج بن ارطاۃ وھو ابن احدی وثلاثین سنۃ فرأیت علیہ من الزحام مالم ارہ علی حماد بن ابی سلیمان، رأیت عندہ مطر الوراق وداود بن ابی ھند ویونس جثاۃ علی ارجلھم یقولون ما تقول فی کذا وما تقول فی کذا" [3]

حجاج بن ارطاۃ ہمارے پاس آئے اس وقت ان کی عمر ۳۱ سال تھی، میں نے ان کے ارد گرد اس قدر اژدحام دیکھا کہ اتنا اژدحام تو حماد بن ابی سلیمان کے ارد گرد بھی نہیں دیکھا تھا میں نے اُن کے پاس

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۲۸

[2] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۵۸

[3] ایضاً ص ۴۵۹

مطر الوراق، داود بن ابی ہند اور یونس کو دیکھا کہ وہ رہ تو بیٹھے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

(۳) امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اکتبوا عن حجاج بن ارطاۃ وابن اسحٰق فانہما حافظان" [۱]

حجاج بن ارطاۃ اور ابن اسحٰق دونوں سے حدیثیں لکھو کیونکہ یہ دونوں حافظ الحدیث ہیں۔

(۴) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علیکم بہ فانہ ما بقی احد اعرف بما یخرج من رأسہ منہ" [۲]

تم لوگ حجاج بن ارطاۃ کو لازم پکڑو کیونکہ اب کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو اپنے سر سے نکلی ہوئی بات کو حجاج سے زیادہ جانتا ہو۔

(۵) امام ابو زرعہ فرماتے ہیں:

"صدوق یدلس" [۳]

یہ سچے ہیں تدلیس سے کام لیتے ہیں۔

(۶) امام بزار فرماتے ہیں:

"کان حافظا مدلسا" [۴]

---

[۱] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۴

[۲] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۹۹

[۳] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۹۷ [۴]

حجاج بن ارطاۃ حافظ الحدیث تھے، تدلیس کرتے تھے۔

(۷) حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں۔

"سمعت ابن ابی نجیح یقول ما جاءنا منکم مثلہ یعنی الحجاج بن ارطاۃ" [۱]

میں نے ابن ابی نجیح کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس حجاج بن ارطاۃ جیسا شخص تم میں سے کوئی اور نہیں آیا۔

(۸) امام ذہبیؒ نے حجاج بن ارطاۃ کو "احد الاعلام" اور "اوعیۃ العلم" علم کا خزانہ لکھا ہے۔ [۲]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اکثر ما نقم علیہ التدلیس" [۳]

حجاج بن ارطاۃ پر زیادہ سے زیادہ جو الزام لگایا گیا ہے وہ فقط تدلیس کا ہے۔

قارئین ملاحظہ فرمایئے کبار محدثین حجاج بن ارطاۃ کی توثیق کر رہے ہیں لیکن صدیقی صاحب ہیں کہ انہیں صرف عیوب ہی نظر آتے ہیں چاہے وہ اس میں فی الواقع ہوں یا نہ ہوں ؎

چشم بد اندیش بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

• امام شعبہؒ جن کا قاعدہ ہے کہ وہ صرف ثقہ راویوں ہی سے روایت لیتے ہیں وہ حجاج بن ارطاۃ سے صرف یہی نہیں کہ خود روایت لیتے ہیں بلکہ دوسروں سے بھی کہتے ہیں کہ تم ان سے حدیثیں لکھو۔ اسی پر بس نہیں، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۹۶۔

[۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۲۔

[۳] ایضاً ص ۱۹۸۔

نے حجاج بن ارطاۃ سے تعلیقاً روایت لی ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

" قد رایت لہ فی البخاری روایۃ واحدۃ متابعۃ تعلیقا فی کتاب العتق " [1]

میں نے بخاری شریف کی کتاب العتق میں ان کی ایک روایت بطور متابعت اور تعلیق کے دیکھی ہے۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان سے مقروناً روایت لی ہے۔

چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

" قلت خرج لہ مسلم مقرونا بآخر " [2]

میں کہتا ہوں کہ امام مسلمؒ نے ان سے مقروناً روایت لی ہے

ان کے علاوہ دیگر اصحاب صحاح ستہ نے بھی ان سے روایت لی ہے،

امام ترمذیؒ نے ایک مقام پر ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور ایک مقام پر ایک حدیث کے بارے میں حسن صحیح کہا ہے۔ [3]

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" وابن ارطاۃ ان لم یکن من رجال الصحیح فھو حسن الحدیث حتما کما فی تدریب الراوی " [4]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۸۔

[2] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۵۹۔

[3] احسن الکلام ج ۲ ص ۱۵۱

[4] اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۷

حجاج بن ارطاۃ اگرچہ رجالِ صحیح میں سے نہیں ہیں تاہم انکی حدیث
یقیناً حسن درجہ کی ہے جیسا کہ تدریب الراوی میں ہے"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حجاج بن ارطاۃ کی اس قدر محدثین نے توثیق کی ہے زیادہ
سے زیادہ الزام اُن پر تدلیس کا ہے، محدثین نے اُن کی روایت کو قبول کیا ہے اور
ان کی حدیث کم از کم حسن درجے کی قرار دی ہے۔ رہا ان کا مدلس ہونا تو اس سے کوئی فرق
نہیں پڑتا کیونکہ ہمارے ——— نزدیک خیر القرون کی تدلیس مضر
نہیں ہے، لہٰذا صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "حجاج کی تو روایت ہی قابل قبول
نہیں .... حجاج بن ارطاۃ تمام محدثین کے نزدیک ضعیف ہے" یہ
محدثین کے متعلق کھلا جھوٹ ہے جو صدیقی صاحب کی اصول حدیث اور اسماء
الرجال سے جہالت کا نتیجہ ہے،

صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

"بقیع کا قصہ جہاں عقلاً و نقلاً غلط ہے جیسا کہ آپ سطورِ بالا میں پڑھ
چکے ہیں وہاں سراسر احادیثِ صحیحہ اور تاریخ کے بھی خلاف ہے۔ موطا
امام اور سنن نسائی میں صحیح سند کے ساتھ اس واقعہ کی صورت یہ
بیان کی گئی ہے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں :

قام رسول الله	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلى الله عليه وسلم	ایک رات اٹھے، پھر آپ نے
ذات ليلة فلبس	کپڑے پہنے اور باہر تشریف
ثيابه ثم خرج	لے گئے۔ ام المؤمنین کہتی ہیں
قالت فامرت	میں نے اپنی باندی بریرہ رض

جاريتي بريرة تتبعه فتبعه حتى جاء البقيع فوقف في أدناه ما شاء الله أن يقف ثم انصرف فسبقته بريرة فأخبرتني فلم أذكر له شيئا حتى أصبح ثم ذكرت ذلك له فقال إني بعثت إلى أهل البقيع لأصلي عليهم

کو حکم دیا کہ وہ آپ کا پیچھا کرے۔ وہ آپ کے پیچھے گئی حتیٰ کہ آپ بقیع پہنچے اور وہاں کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ جب تک اللہ نے چاہا کھڑے رہے پھر واپس لوٹے۔ بریرہؓ پہلے پہنچ گئی۔ اس نے مجھے اطلاع دی۔ میں نے صبح تک آپ سے کوئی ذکر نہیں کیا۔ صبح کے بعد میں نے آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اہل بقیع کی جانب بھیجا گیا تھا تاکہ میں ان کیلئے دعائے مغفرت کروں

(نسائی ج ۱ ص ۲۰۲، موطا امام مالک ص ۸۵)

یہ حدیث صحیح علی الاطلاق پر ثابت کر رہی ہے کہ نہ ام المؤمنین نے پیچھا کیا تھا اور نہ شب براءت کی کوئی خوبی بیان کی گئی تھی اور نہ اس شب مخصوصہ کے باعث آپ بقیع تشریف لے گئے تھے۔ بلکہ وہاں جانے کی صرف وجہ یہ تھی کہ آپ کو اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کا حکم دیا گیا تھا اور یہ حکم قرآنی میں صراحتاً موجود ہے۔ ارشاد ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ — اور ان کے لیے دعا کیجئے

صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ — رحمت کیجئے، بیشک تمہاری دعا

التوبة ۱۰۳ — ان کے لیے سکون کا باعث ہے

گویا آپ اس حکم الٰہی پر عمل کرنے کے لیے بقیع تشریف لے گئے تھے، [1]

قارئین محترم! یہاں بھی صدیقی صاحب نے انتہائی دجل و تلبیس دھوکہ دہی و خیانت سے کام لیا ہے، صدیقی صاحب نے سنن نسائی کے جس صفحہ سے یہ حدیث نقل کی ہے اسی صفحہ پر اس حدیث سے متصلاً پہلی حدیث وہ ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بقیع جانے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ کے پیچھے جانے کا تفصیلاً ذکر ہے ملاحظہ فرمائیے وہ حدیث یہ ہے:

أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ قَالَتْ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا: ضرور بتائیے۔ فرمانے لگیں: ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۲۱۰۳۰

عَنِّيْ وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا بَلٰى قَالَتْ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِيَ الَّتِيْ هُوَ عِنْدِيْ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقَلَبَ فَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَبَسَطَ طَرَفَ إِزَارِهِ عَلٰى فِرَاشِهِ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ أَنِّيْ قَدْ رَقَدْتُّ ثُمَّ انْتَعَلَ رُوَيْدًا وَأَخَذَ رِدَاءَهُ رُوَيْدًا ثُمَّ فَتَحَ الْبَابَ رُوَيْدًا وَخَرَجَ رُوَيْدًا وَجَعَلْتُ دِرْعِيْ فِيْ رَأْسِيْ وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ إِزَارِيْ وَانْطَلَقْتُ فِيْ إِثْرِهِ حَتّٰى جَاءَ الْبَقِيْعَ

علیہ وسلم کی میرے پاس
رہنے کی باری تھی ۔ چنانچہ
آپ میرے پاس تھے ۔ آپ
نے اپنی جوتیاں پیروں کے
پاس رکھ دیں اور چادر بچھا
کر صرف اتنی دیر لیٹے کہ آپ
سمجھے کہ میں سو گئی ہوں
آپ نے چپکے سے جوتیاں
پہنیں، چپکے سے چادر
اٹھائی، چپکے سے دروازہ
کھولا اور چپکے سے نکل
گئے ۔ میں نے یہ دیکھا تو
میں نے بھی اپنا کرتہ اٹھا
کر سر پر ڈالا، اوڑھنی سر پر
باندھی، تہ بند لپیٹا اور آپ
کے پیچھے پیچھے چل دی۔ یہاں
تک کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بقیع تک
گئے پھر دونوں ہاتھ تین
مرتبہ اوپر اٹھائے اور کافی
دیر تک کھڑے رہے۔ پھر

فَرَفَعَ يَدَيْهِ ثَلٰثَ
مَرَّاتٍ فَأَطَالَ ثُمَّ
انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ
فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ
فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ
فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ
وَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ
فَلَيْسَ إِلَّا أَنِ
اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ
فَقَالَ مَا لَكِ يَا
عَائِشَةُ حَشْيَا
رَابِيَةً قَالَتْ لَا
قَالَ لَتُخْبِرِنِّي أَوْ
لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ
الْخَبِيرُ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللهِ بِأَبِي
أَنْتَ وَأُمِّي فَأَخْبَرْتُهُ
الْخَبَرَ قَالَ وَأَنْتِ
السَّوَادُ الَّذِي رَأَيْتُ
أَمَامِي قَالَتْ نَعَمْ
فَلَهَزَنِي فِي صَدْرِي

آپ واپس ہوئے تو میں
بھی واپس ہوئی آپ
جلدی چلے تو میں بھی جلدی
چلی، آپ دوڑے تو میں
بھی دوڑنے لگی۔ پھر آپ
تیز دوڑنے لگے میں بھی
تیز دوڑنے لگی اور آپ
سے آگے بڑھ کر گھر میں
داخل ہو گئی اور ابھی لیٹی
ہی تھی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہو
گئے اور فرمایا: عائشہ کیا
بات ہے تمہارا سانس پھول
رہا ہے اور پیٹ چڑھا ہوا
ہے۔ میں نے کہا کچھ نہیں
آپ نے فرمایا: یا تو تم خود
مجھے بتا دو ورنہ تمام باریکیوں
کا علم رکھنے والا تو مجھے
بتا ہی دے گا میں نے
عرض کیا: یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم میرے ماں

لَهْزَةً اَوْجَعَتْنِيْ ثُمَّ قَالَ اَظَنَنْتِ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ قُلْتُ مَهْمَا يَكْتُمُ النَّاسُ فَقَدْ عَلِمَهُ اللّٰهُ قَالَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ اَتَانِيْ حِيْنَ رَاَيْتِ وَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ فَنَادَانِيْ فَاَخْفٰى مِنْكِ فَاَجَبْتُهُ فَاَخْفَيْتُهُ مِنْكِ فَظَنَنْتُ اَنَّكِ قَدْ رَقَدْتِ وَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَكِ وَخَشِيْتُ اَنْ تَسْتَوْحِشِيْ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَ الْبَقِيْعَ فَاَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قُلْتُ كَيْفَ اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ قُوْلِيْ

باپ آپ پر قربان اور پھر میں نے آپ کو پوری بات بتا دی۔ آپ نے فرمایا: تو وہ سیاہی تم ہی تھیں جو میں اپنے سامنے دیکھ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر فرمایا: کیا تم سمجھتی ہو کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کر سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا لوگ جتنا مرضی چھپائیں اللہ تو سب چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: جب تم نے مجھے دیکھا اس وقت جبریل علیہ السلام آئے تھے لیکن چونکہ تم کپڑے اتار چکی تھیں اس لیے اندر نہیں آئے۔ پھر انہوں نے تم سے چھپا کر مجھے آواز دی اور

السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون[1]

میں نے بھی تم سے چھپا کر ہی انہیں جواب دیا - پھر میں سمجھا کہ تم سو چکی ہو اور تمہیں جگانا اچھا نہیں لگا پھر میں اس سے بھی ڈرا کہ تم پریشان نہ ہو - جبریل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ میں بقیع پہنچوں اور ان کے لیے استغفار کروں - میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بقیع کے قبرستان جاؤں تو کس طرح کہا کروں آپ نے فرمایا اس طرح کہا کرو - السلام علیٰ اهل الدیار من المومنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون[1]

---

[1] سنن نسائی ج ۱ ص ۲۲۲ باب الامر بالاستغفار للمؤمنین، مسلم ج ۱ ص ۳۱۳

صدیقی صاحب کے حواری بتلائیں کہ اس حدیث صحیح میں ام المؤمنین رضہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھپا کرنے کا ذکر ہے یا نہیں؟ ہمیں یہ تسلیم ہے کہ اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ شب کون سی تھی اور نہ اس میں کسی شب کی فضیلت کا ذکر ہے۔ لیکن اس حدیث کا طرز بالکل وہی ہے جو شب براءت میں ذکر کی گئی احادیث کا ہے لہٰذا اگر ان احادیث کو اس حدیث کی تفصیل قرار دے لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔؟

صدیقی صاحب کی دھوکہ دہی

صدیقی صاحب آیت مبارکہ " وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ " کا تعلق اپنی بیان کردہ حدیث کے ساتھ جوڑ کر تحریر فرماتے ہیں۔

"گویا آپ اس حکم الٰہی پر عمل کرنے کے لیے بقیع تشریف لے گئے تھے"

صدیقی صاحب نے اس میں دھوکہ دہی سے کام لیا ہے ورنہ اس آیت کا تعلق صدیقی صاحب کی ذکر کردہ حدیث سے بالکل نہیں ہے، ہم حیران ہیں کہ جنہیں امام المحدثین کہا جاتا ہے انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ یہ آیت تو غزوہ تبوک میں شریک ہونے سے رہ جانے والے ان چند صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے نادم ہو کر اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا تھا پھر جب ان کی توبہ کی قبولیت نازل ہوئی اور قید سے کھولے گئے تو ان حضرات نے علاوہ شکرانہ اپنا سارا مال صدقہ کرنے کے لیے پیش کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے انکار فرمایا کہ مجھے مال لینے کا حکم نہیں ہے اس پر آیت مبارکہ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ الآیۃ نازل ہوئی اور آپ نے پورے مال کے بجائے

ایک تہائی مال کا صدقہ کرنا قبول کر لیا۔ اس آیت میں صلوٰۃ سے مراد ان حضرات کے لیے دعا و رحمت کرنا ہے نہ کہ بقیع کے مدفین کے لیے دعائے مغفرت یا نماز جنازہ۔

جب اس آیت مبارکہ کا تعلق اس حدیث سے ہے ہی نہیں اور نہ ہی اس سے مراد بقیع کے مدفونین کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہے تو آگے صدیقی صاحب نے تاریخیں نکال کر جو کچھ لکھا ہے وہ سب بیکار اور ایک جھوٹ کے لیے سو جھوٹ گھڑنے کے مترادف ہے۔

صدیقی صاحب آگے لکھتے ہیں :

"بلکہ قاضی عیاض شرح مسلم میں یہاں تک فرماتے ہیں: انہ فی آخر عمرہ لاقبل یدل علیہ احادیث اخر

یعنی آخر عمر میں نہ کہ اس سے قبل جیسا کہ اس پر دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں۔"[1]

افسوس ہے کہ یہاں بھی صدیقی صاحب نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی عیاض کے اس قول کا تعلق نہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث سے ہے جو صدیقی صاحب نے آپ کے بقیع جانے کے متعلق پیش کی ہے نہ احد جا کر جنازہ پڑھنے والی حدیث سے ہے بلکہ اس کا تعلق مسلم شریف کی درج ذیل حدیث سے ہے۔

"عن عائشۃ انہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کان لیلتہا من رسول اللہ

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۲۳

صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللّٰھم اغفر لاھل بقیع الغرقد» سلہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی ان کے یہاں رات گزارتے تھے تو رات کے آخری حصے میں جنت البقیع تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَّا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ۔

اس حدیث شریف کے حاشیہ میں علامہ ابو الحسن سندھی نے حضرت عائشہ کا وہ قول نقل کیا ہے۔ جسے صدیقی صاحب نے اپنی پیش کردہ حدیث کے ساتھ جوڑا ہے، چنانچہ علامہ سندھی فرماتے ہیں۔

«قولہ کلما کانت لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخرج الخ ظاھر بالسیاق ان ھذا معمول علی آخر عمرہ ثم رأیت القاضی صرح بذالک فقال یعنی فی آخر عمرہ لاقبل ذالک یدل علیہ الاحادیث الاخر» سلہ

سلہ مسلم ج۱ ص ۳۱۳ سلہ حاشیہ مسلم ج۱ ص ۳۱۳

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کہ جب بھی میری باری کی رات ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت البقیع تشریف لے جاتے ____ کے متعلق میرے دل میں یہ آتا ہے کہ آپ کا یہ معمول آخر عمر میں بنا ہے پھر میں نے دیکھا کہ قاضی عیاضؒ نے اسی کی تصریح کی ہے چنانچہ اُن کا کہنا ہے کہ آپ کا یہ معمول آخر عمر میں بنا ہے اس سے پہلے نہیں جیسا کہ اس پر دیگر احادیث دلالت کرتی ہیں۔

قارئین کرام: ملاحظہ فرمایئے مذکورہ حدیث اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ کی تشریح یہ تو دونوں صدیقی صاحب کے خلاف جا رہی ہیں، کیونکہ ان سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا جنت البقیع تشریف لے گئے ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو جنت البقیع جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بتلا رہی ہیں، فرماتی ہیں جب بھی میری باری کی رات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع تشریف لے جاتے، قاضی عیاضؒ فرما رہے ہیں کہ آپ کا یہ معمول دروزانہ رات کو جنت البقیع جانا) آخر عمر میں بنا ہے پہلے ایسا معمول نہیں تھا، اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپ رات کو صرف ایک مرتبہ جنت البقیع تشریف لے گئے ہیں باقی کبھی نہیں حیرت ہے صدیقی صاحب پر کہ انہوں نے قاضی عیاضؒ کی عبارت سے یہ کیسے کشید کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو صرف ایک مرتبہ وفات سے پانچ روز پہلے تشریف لے گئے تھے باقی کبھی نہیں۔

صدیقی صاحب کا جھوٹ

صدیقی صاحب اپنی اُلٹی سیدھی تحقیق کے بعد لکھتے ہیں

" یہ تمام اثریہ دعوے کر رہے ہیں کہ آپ بقیع رات کے وقت

وفات سے صرف چند روز پیشتر تشریف لے گئے اور اس سے قبل
کبھی تشریف نہ لے گئے تھے .... قاضی عیاض نے
یہ کہہ کر کہ زندگی میں آپ کبھی رات کو تشریف نہ لے گئے تھے صرف
آخر عمر میں تشریف لے گئے جیسا کہ دیگر احادیث اس کی شہادت
دے رہی ہیں یہ تمیل کو باطل کر دیا " ؎

قارئین محترم آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ
حدیث اور اس کی شرح میں قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول دونوں سے یہ ثابت ہو
رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع جانا معمول تھا جس کا مطلب اس
کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ روزانہ رات کو جایا کرتے تھے پھر صدیقی صاحب
کا یہ کہنا کہ " یہ تمام افسریہ دعوے کر رہے ہیں کہ آپ بقیع رات کے وقت وفات سے
صرف چند روز پیشتر تشریف لے گئے تھے " الخ ان محدثین پر بہتان ہے، کسی محدث
نے ایسی بات نہیں کہی یہ صرف صدیقی صاحب کے باطل تخیلات ہیں جو وہ زبردستی
دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں ،

صدیقی صاحب کی خیانت

صدیقی صاحب اپنے والد محترم کی شرح موطا کے حوالے سے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنت البقیع جانا وفات سے چند روز پیشتر ہوا ہے
فقط اس سے پہلے نہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ انہوں نے اپنے والد محترم کی شرح

؎ شب برات کیا ہے ص ۳۳

سے کام لینے سے گریز نہیں کیا چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ ان کی پوری بات نقل کرتے لیکن انہوں نے پوری بات نقل کرنے کے بجائے صرف منشا مطلب بات نقل کرکے اپنی صفائی پیش کرنی شروع کر دی۔ اگر وہ پوری بات نقل کر دیتے تو ان کی بنی بنائی ساری عمارت دھڑام سے گر جاتی۔ ہم صدیقی صاحب کے والد کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو صدیقی صاحب چھوڑ گئے ہیں۔

حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی مرحوم اپنے عبد البر کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرکے تحریر فرماتے ہیں۔

" قلت ويحتمل ان يكون غير ذالك لان الظاهر ان مثل هذه القصة وقعت مرارًا "[1]

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ رض کے اس واقعہ میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قصہ کے علاوہ کوئی قصہ ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنت البقیع میں جانے کے واقعات تو بارہا پیش آئے ہیں۔

صدیقی صاحب حیات ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے کہ انہیں کس نے امام المحدیث بنا دیا؟ وہ تو اس دنیا میں نہیں رہے ان کے حواری ہی بتائیں کیا ایسے لوگ جو اس درجے خیانت کے مرتکب ہوں وہ بھی امام المحدیث کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں، آخر آپ لوگ ایسی خیانت، دجل و تلبیس اور جھوٹ سے بھری تحقیقیں پیش کرکے کس اسلام کی خدمت کر رہے ہیں؟

---

[1] حاشیہ موطا امام مالک ص ۲۲۴

صدیقی صاحب رقمطراز ہیں :

" یہ بھی ایک غور طلب امر ہے کہ ۶ھ تک یعنی عمرۂ جعرانہ تک زیارتِ قبور کی قطعاً ممانعت تھی لیکن جب اس عمرہ کے دوران جو ذی قعدہ ۶ھ میں ہوا ، آپ کا گزر آپ کی والدہ کی قبر پر سے ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعائے مغفرت کی اجازت طلب کی جس کی آپ کو ممانعت کر دی گئی آپ نے زیارتِ قبر کی اجازت طلب کی تو اس کی اجازت دیدی گئی آپ قبر پر تشریف لے گئے اور صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تذکرکم الموت

مسلم ج ۱ ص ۳۲۴ میں نے تمہیں زیارتِ قبور سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کر سکتے ہو کیونکہ یہ زیارت تمہیں موت یاد دلائے گی ۔ یہ واقعہ تمام کتب صحاح میں حضرت بریدہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ سے مروی ہے اور جب ۶ھ سے قبل زیارتِ قبور ممنوع تھی تو یہ نا ممکن ہے کہ حضور اس سے قبل زیارت کے ارادے سے بقیع تشریف لے گئے ہوں گے ، ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ذی القعدہ ۶ھ کے بعد ہی پیش آ سکتا ہے " ؎

یہاں بھی صدیقی صاحب نے انتہائی دجل و تلبیس سے کام لے کر اپنا مطلب حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے ، اول تو ان کے حوالہ ... جیلنج ہے کہ وہ صدیقی صاحب کے ... کردہ الفاظ کے ساتھ یہ حدیث مسلم شریف میں دکھا دیں کہ وہ ان الفاظ میں کہ ... ہے ؟ دیدہ باید ،

؎ شبِ برات کیا ہے ... ص ۲۵

دوسری بات یہ ہے کہ صدیقی صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ دس سال تک یعنی عمرو حجر ابد تک زیارت قبور کی قطعاً ممانعت تھی " اُن کے پاس اس کی کیا دلیل ہے ؟ کیا ان کے حواری اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں ؟ صدیقی صاحب نے دلیل کے طور پر جو کچھ لکھا ہے وہ محض دھوکہ دہی ہے انھوں نے دو حدیثوں کو ملا کر ایک کر دیا ہے جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی اور آپ زیارت کے لیے تشریف لے گئے " اس میں یہ ہے ہی نہیں کہ " میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم انکی زیارت کر سکتے ہو " اور جس حدیث میں ہے " کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا الخ) اس میں والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت طلب کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

صدیقی صاحب نے خواہ مخواہ دو الگ الگ حدیثوں کو ایک کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کی تسلی کے لیے ہم مسلم شریف کے اس مقام سے فوٹو نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ یہ دونوں حدیثیں بالکل الگ الگ ہیں جس حدیث میں والدہ کی قبر کی زیارت کیلئے اجازت لینے کا ذکر ہے اس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور جس حدیث میں لوگوں کو زیارت قبور کی ممانعت ختم کر کے اجازت دی گئی اس کے راوی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

قالت قلت لا شيء قال لتخبريني او ليخبرني اللطيف الخبير قالت قلت يا رسول الله بأبي انت وأمي فأخبرته قال فأنت السواد الذي رأيت امامي قلت نعم فلهدني في صدري لهدة
أوجعتني ثم قال أظننت ان يحيف الله عليك ورسوله قالت مهما يكتم الناس يعلمه الله نعم قال فإن جبريل عليه السلام أتاني حين رأيت فناداني فأخفاه منك فأجبته
فأخفيته منك ولم يكن يدخل عليك وقد وضعت ثيابك وظننت ان قد رقدت فكرهت ان أوقظك وخشيت ان تستوحشي فقال ان ربك يأمرك ان تأتي اهل البقيع
فتستغفر لهم قالت قلت كيف اقول لهم يا رسول الله قال قولي السلام على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وانا ان شاء الله بكم للاحقون حدثنا
ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب قالا نا محمد بن عبد الله الاسدي عن سفين عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة عن ابيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمهم
اذا خرجوا الى المقابر فكان قائلهم يقول في رواية ابي بكر السلام على اهل الديار وفي رواية زهير السلام عليكم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله للاحقون
اسأل الله لنا ولكم العافية حدثنا يحيى بن ايوب ومحمد بن عباد واللفظ ليحيى قالا نا مروان بن معوية عن يزيد يعني ابن كيسان عن ابي حازم عن ابي هريرة قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم استأذنت ربي ان استغفر لأمي فلم يأذن لي واستأذنته ان ازور قبرها فأذن لي حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب قالا
نا محمد بن عبيد عن يزيد بن كيسان عن ابي حازم عن ابي هريرة قال زار النبي صلى الله عليه وسلم قبر امه فبكى وأبكى من حوله فقال صلى الله عليه وسلم استأذنت
ربي في ان استغفر لها فلم يؤذن لي واستأذنته في ان ازور قبرها فأذن لي فزوروا القبور فانها تذكر الموت حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة ومحمد بن عبد الله
ابن نمير ومحمد بن المثنى واللفظ لابي بكر وابن نمير قالوا نا محمد بن فضيل عن ابي سنان وهو ضرار بن مرة عن محارب بن دثار عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها ونهيتكم عن لحوم الاضاحي فوق ثلاث فأمسكوا ما بدا لكم ونهيتكم عن النبيذ الا في سقاء فاشربوا في الاسقية
كلها ولا تشربوا مسكرا قال ابن نمير في روايته عن عبد الله بن بريدة عن ابيه حدثنا يحيى بن يحيى قال انا ابو خيثمة عن زبيد اليامي عن محارب بن دثار عن ابن بريدة
عن ابيه اراه عن ابي خيثمة عن النبي صلى الله عليه وسلم ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا قبيصة بن عقبة عن سفين عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة
عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم ح وحدثنا ابن ابي عمر نا محمد بن رافع وعبد بن حميد جميعا عن عبد الرزاق عن معمر عن عطاء الخراساني قال حدثني عبد الله
ابن بريدة عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم كلهم بمعنى حديث ابي سنان حدثنا عون بن سلام الكوفي قال انا زهير عن سماك عن جابر بن سمرة قال
اتي النبي صلى الله عليه وسلم برجل قتل نفسه بمشاقص فلم يصل عليه

صدیقی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

" اس پر تمام مورخین و مفسرین اور محدثین کا اتفاق ہے کہ ازواج مطہرات کے لیے پردہ کا حکم ۵ھ میں نازل ہوا اور واقعہ ایلاء یعنی حضورؐ نے ازواج سے علیحدگی اختیار کی تھی یہ واقعہ ۵ھ میں پیش آیا اور اس واقعہ کے وقت جو آیات نازل ہوئیں ان میں ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی الاحزاب ۳۳ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ کیا ایسی صورت میں یہ ممکن ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ بلا عذر شرعی گھر سے صرف حضورؐ کا پیچھا کرنے کے لیے باہر نکلیں، ام المومنین کے بارے میں ایسا گمان کوئی بدباطن تو کر سکتا ہے لیکن کوئی ان کا بیٹا اپنی ماں پر اتنا بڑا الزام قائم نہیں کر سکتا۔"[1]

صدیقی صاحب نے اس تحریر میں جو کچھ لکھا ہے یا تو نمبر بنانے کے لیے یا اپنے حواریوں کو خوش کرنے کے لیے یا دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے صدیقی صاحب کا آیت کریمہ سے استدلال کرنا بالکل فضول ہے، کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب ہے ہی نہیں کہ ازواج مطہرات وغیرہ کے لیے کسی صورت میں بھی گھر سے نکلنا جائز نہیں بلکہ ضرورت شرعیہ کے تحت نکلنا با جماع امت جائز ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ نکلنا بلا ضرورت نہ تھا بضرورت تھا اور وہ ضرورت یہ تھی کہ ان کے دل میں ایک خلش سی پیدا ہوئی تھی جسے وہ رفع کرنا چاہتی تھیں،

---

[1] نسب برامت کیا ہے ص ۳۵

چنانچہ حضور علیہ السلام کو بقیع میں دیکھ کر جب وہ خلش دُور ہوگئی تو وہاں ٹھہری نہیں فوراً واپس چلی آئیں۔ اُن کا بلا عذر گھر سے نکلنا صدیقی صاحب کو نظر آ رہا ہے اور کسی کو نہیں، لہٰذا سیدہ مطہرہ اماں عائشہؓ پر ان کا کوئی روحانی بیٹا الزام قائم نہیں کر رہا۔ ہاں صدیقی صاحب ایسی باتیں کہہ کے ضرور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقدس کو مجروح کر رہے ہیں۔

آگے صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی احمق کہے کہ جب زیارتِ قبور کی اجازت دے دی گئی تو اب ان کے جانے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے تو اس کے لیے ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث کافی ہے لعن اللّٰہ الزوارات القبور (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۸) اللہ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت بھیجتا ہے ایسی صورت میں یہ ناممکن ہے کہ ام المؤمنین نے حضور کا پیچھا کیا ہو بلکہ یہ تو آپ کو بدنام کرنے کی ایک بھرپور سعی ہے" [1]

صدیقی صاحب کا جواب بالکل فضول ہے، اس لیے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زیارتِ قبور کے لیے نکلی ہی نہیں وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جستجو میں نکلی تھیں، جب دیکھا کہ آپ بقیع کے مدفونین کے لیے دعاء و استغفار میں مصروف ہیں تو وہیں سے واپس چلی آئیں، لہٰذا وہ اس وعید والی حدیث کی کسی صورت مصداق نہیں بنتیں، دوسرے صدیقی صاحب کے ذہن میں یہ بھی رہنا چاہیئے تھا کہ محدثین اس وعید والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ نهتیکم الحدیث سے منسوخ ہو چکی ہے۔ ایسی صورت میں تو سیدہ عائشہؓ پہ کسی طور اعتراض عائد نہیں ہوتا۔

---

[1] شب براءت کیا ہے ص ۴۵

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث

صدیقی صاحب کا حدیث شریف کے ساتھ استہزاء اور انکی جہالت

صدیقی صاحب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کر کے اس کے ساتھ استہزاء تحریر فرماتے ہیں۔

"نزول الٰہی کا ذکر تو بچپن سے سنتے آئے تھے اور احادیث صحیحہ میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، لیکن یہ طلوع الٰہی کیا شئے ہے اور اس کا کیا مفہوم ہے ہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں اس لئے کہ قرآن اور حدیث صحیح میں ہم نے آج تک اس کا ذکر کہیں نہیں پڑھا اور نہ کسی محدث و فقیہ نے اس کی معانی و مفہوم پہ بحث کی ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ طلوع و غروب کا تعلق چاند، سورج اور جسم اشیاء سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات جسم سے منزہ ہے" الخ [1]

صدیقی صاحب نے اپنی اس تحریر میں حدیث شریف کے ساتھ استہزاء کیا ہے، طلوع کا ذکر صرف اسی ایک حدیث میں نہیں ہے بلکہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۳۶

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہما کی احادیث میں بھی ہے، ان احادیث کو محققین نے قوی اور صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا، اگر صدیقی صاحب کو اس کا مفہوم سمجھ نہیں آسکا تھا تو کسی عالم سے پوچھ لیتے یا حدیث کی کسی شرح میں دیکھ لیتے، انہیں حدیث شریعت کے ساتھ استہزاء و تمسخر کسی طرح زیب نہیں دیتا، اگر انہوں نے قرآن اور صحیح حدیث میں اس کا ذکر نہیں پڑھا تو یہ اُن کی جہالت ہے ہم نے عرض کر دیا ہے کہ اس کا ذکر حضرت ابو موسیٰ اشعری کے علاوہ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بھی آیا ہے۔ صدیقی صاحب نہ پڑھیں تو اُن کا قصور ہے،

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "نہ کسی محدث و فقیہ نے اس کے معانی و مفہوم پر بحث کی" یہ بھی ان کی جہالت ہے ہم بتلاتے ہیں کہ علامہ طیبیؒ (متوفی ۷۴۳ھ)، علامہ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) اور ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے اس کے معنی و مفہوم سے بحث کی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں

"قوله ليطلع هٰهنا كينزل ومعناه على ما سبق في التحريض على قيام الليل"۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "یطلع" یہاں پر ایسے ہے جیسے ینزل اور نزول کے معنی ماسبق میں باب التحریض علی قیام اللیل میں گزر چکے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

---

[1] شرح الطیبی ج ۳ ص ۱۹۸

" ای یتجلی علی خلقہ بمظھر الرحمۃ والعامۃ والاکرام الواسع قالہ ابن حجر و قال الطیبی بمعنی ینزل وقد مر والاظھر ان یقال ای ینظر نظر الرحمۃ السابقۃ والمغفرۃ البالغۃ " ؎۱

طلوع کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر عام رحمت اور وسیع اکرام کے مظہر کے ساتھ تجلی فرماتے ہیں یہ مطلب علامہ ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے علامہ طیبیؒ کا کہنا ہے کہ طلوع، نزول کے معنی میں ہے اور یہ پہلے گذر چکا ہے، زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ (مخلوق کو) رحمت سابقہ اور مغفرت بالغہ کی نظر سے دیکھتے ہیں "

صدیقی صاحب کے حواری بتلائیں کہ علامہ طیبی، علامہ ابن حجر و ملا علی قاری رحمہم اللہ یہ محدث اور فقیہ ہیں یا نہیں ؟

باقی رہا صدیقی صاحب کا یہ فرمانا کہ " طلوع و غروب کا تعلق چاند سورج اور مجسم اشیاء سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات جسم سے منزہ ہے " یہ صحیح ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ صدیقی صاحب نزول الٰہی کو تو مانتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں " نزول الٰہی کا ذکر تو بچپن سے سنتے آئے تھے اور احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر موجود ہے " نزول کے معنی اترنے کے ہیں آخر اترنے چڑھنے کا تعلق بھی تو مجسم اشیاء سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات جسم سے منزہ ہے، صدیقی صاحب اسکو کیا

؎۱ مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۹۲

توجیہ کریں گے ؟ جو وہ نزول کی توجیہ کریں گے وہی ہم طلوع کی کر دیں گے ،
صدیقی صاحب لکھتے ہیں ۔

" یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس روایت میں اس شب کا کوئی نام مذکور نہیں بلکہ نصف شعبان درج ہے ، اگر مہینہ تیس دن کا ہو تو یہ پندرہویں شب ہوگی اور اگر مہینہ انتیس کا ہے تو نصف شعبان کی کوئی بھی شب نہ ہوگی حالانکہ ہمارے علماء اور عوام ایک متعینہ شب میں یہ کام انجام دیتے ہیں " ۔ لہ

صدیقی صاحب نے یہاں بھی محض دجل سے کام لیا ہے ، ورنہ یہ کوئی ایسی پیچیدہ بات نہیں ہے ، محدثین نے نصف شعبان کی شب کو طے کر دیا ہے کہ اس سے مراد شعبان کی پندرہویں شب ہے چاہے تیس کا مہینہ ہو یا انتیس کا ، دوسرے پندرہویں شب میں امت کا تعامل و توارث بھی اس کا مؤید ہے تیسرے عرف میں بھی اسی کا اعتبار ہے چنانچہ جب کسی مہینہ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آدھا مہینہ گزر گیا تو اس سے مراد یہی پندرہ دن ہوتے ہیں ، چاہے مہینہ تیس کا ہو یا انتیس کا ۔ لہٰذا شب براءت کے خلاف صدیقی صاحب کا یہ تیر بھی بیکار ہے ۔

صدیقی صاحب کی جہالت اور خیانت

صدیقی صاحب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر معنوی حیثیت سے بحث کرنے کے بعد آگے اس کی سند پر بحث کرتے ہیں ، یہاں بھی انھوں نے حسب عادت اس کے راویوں پر محدثین کی صرف جرح نقل کی ہے اور

لہ شب براءت کیا ہے ص ۲۱

محدثین نے جو ان کی توثیق کی ہے وہ بالکل ہضم کر گئے ہیں، پھر جرح بھی ادھوری اور بہت سی خود ساختہ نقل کی ہے وہ الفاظ بھی لکھے ہیں جو محدثین نے ہرگز نہیں کہے، ہم یہاں اولاً محدثین کی توثیق ذکر کریں گے پھر صدیقی صاحب کی خیانت ظاہر کریں گے۔

صدیقی صاحب اس روایت کے ایک راوی ابن لہیعۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کا ناقل ابن لہیعہ ہے اس کا انتقال ۱۷۴ھ میں ہے بخاریؒ مسلم نے اس کی کوئی روایت نقل نہیں کی، ترمذی نے اس کی روایت نقل کر کے ضعیف قرار دیا، نسائی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی کتاب میں اس کی صرف ایک روایت نقل کی ہے اور وہ بھی مجبور ہو کر" ؎

قارئین محترم: صدیقی صاحب کا یہ سارا بیان ان کی فن حدیث اور رجال حدیث سے جہالت کا نتیجہ ہے اس کا زندہ ثبوت علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی وہ تحریر ہے جو آپ نے تہذیب التہذیب میں درج کی ہے ہم وہ تحریر من وعن نقل کر رہے ہیں آپ اس سے اندازہ فرما لیں کہ صدیقی صاحب کیا کہہ رہے ہیں اور حقیقت کیا ہے؟

● ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"روی مسلم مقرونا بعمرو بن الحارث وروی البخاری فی الفتن من صحیحہ عن

؎ شب برات کیا ہے ص ۳۰

المقری عن حیوۃ وغیرہ عن ابی الاسود قال قطع علی اھل المدینۃ بعث الحدیث عن عکرمۃ عن ابن عباس، وروی فی الاعتصام، وفی تفسیر سورۃ النساء وفی آخر الطلاق، وفی عدۃ مواضع ھذا مقرونا ولا یسمیہ وھو ابن لھیعۃ لا شک فیہ وروی النسائی احادیث کثیرۃ من حدیث ابن وھب وغیرہ یقول فیھا عن عمرو بن الحارث و ذکر آخر، وجاء کثیر من ذالک فی روایۃ غیرہ مبینًا انہ ابن لھیعۃ وروی لہ الباقون، قلت قال الحاکم استشھد بہ مسلم فی موضعین" ¹

امام مسلمؒ نے ابن لہیعہ سے عمرو بن الحارث کے ساتھ مقرونًا روایت لی ہے امام بخاریؒ صحیح بخاری کی کتاب الفتن میں اس سند سے روایت لائے ہیں،

حدثنا عبد اللہ بن یزید المقری، قال حدثنا حیوۃ وغیرہ قالا حدثنا ابو الاسود ح و قال اللیث عن ابی الاسود قال قطع علی اھل المدینۃ بعث فاکتتبت فیہ فلقیت عکرمۃ فاخبرتہ فنھانی اشد النھی ثم قال اخبرنی

---

¹ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۷۷

ابن عباس ان اناس الحدیث ۔

(بخاری جلد ۲ ص ۹۳۰) اس کے علاوہ امام بخاریؒ بخاری شریف کی کتاب الاعتصام (مسلک)، تفسیر سورۃ نساء (صلاۃ) کتاب الطلاق کے آخر نیز اور بہت سی جگہ (ابن لہیعہ سے) مقروناً روایت دیتے ہیں اُن کا نام نہیں لیا اور کوئی شک نہیں ہے کہ مراد ابن لہیعہ ہی ہیں۔ امام نسائی نے ابن وھب وغیرہ کی بہت سی احادیث روایت کی ہیں جن میں وہ فرماتے ہیں عن عمرو بن الحارث وذکر آخر، اور یہ ابن وھب وغیرہ کی روایت میں بکثرت آیا ہے جس میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ غیرہ سے مراد ابن لہیعہ ہیں میں کہتا ہوں کہ امام حاکم نے کہا ہے کہ امام مسلم نے ابن لہیعہ سے مسلم شریف میں دو جگہ استشہاد کیا ہے۔

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابن لہیعہ سے صحاح ستہ کے تمام مصنفین نے روایت لی ہے، امام بخاریؒ نے اشارتاً مقروناً، امام مسلمؒ نے صراحتاً مقروناً اور امام نسائیؒ نے صرف ایک نہیں کثیر روایات لی ہیں۔ لہٰذا صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ " بخاری و مسلم نے اس کی کوئی روایت نقل نہیں کی اور ..... نسائی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی کتاب میں اس کی صرف ایک روایت نقل کی ہے وہ بھی مجبور ہو کر " یہ صدیقی صاحب کی جہالت ہے۔ معلوم نہیں انہیں کس نے امام المحدثین اور نقاد کا لقب دے دیا، جس کے وہ ہرگز اہل نہیں ہیں۔

ابن لہیعہؒ کے حالات اور انکی توثیق

قارئین محترم ابن لہیعہ ایک ثقہ راوی ہیں مصنفین صحاح ستہ نے اُن سے

روایات لی ہیں، مصر میں قاضی رہے ہیں کبار محدثین اُن کے شاگرد ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن وہب، ابوعبدالرحمٰن المقری، امام اوزاعی، عمرو بن الحارث، سفیان، امام شعبہ رحمہم اللہ شامل ہیں جو قدیم تلامذہ میں سے ہیں ان کے علاوہ ابوصالح قتیبہ بن سعید، یحییٰ بن بکیر، محمد بن رمح، کامل بن طلحہ رحمہم اللہ وغیرہ نے بھی اُن سے حدیث کا سماع کیا ہے

علامہ ذہبیؒ نے ابن لہیعہ کا تذکرہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے

" ابن لهيعة الامام الكبير قاضي الديار المصرية وعالمها ومحدثها " الخ [1]

ابن لہیعہ جو بڑے امام ہیں مصر کے قاضی عالم اور محدث ہیں،

عبداللہ بن وہبؒ فرماتے ہیں

" حدثني الصادق البار واللّٰه عبد الله بن لهيعة " [2]

مجھ سے حدیث بیان کی سچے اور نیکوکار انسان نے بخدا وہ عبداللہ بن لہیعہ ہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں،

" من كان مثل ابن لهيعة بمصر في كثرة حديثه وضبطه واتقانه " [3]

مصر میں کثرت حدیث اور حدیث کے ضبط و اتقان میں ابن لہیعہ جیسا

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳۷۔

[2] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۴

[3] ایضاً ص ۶۴ " "

اور کون ہو سکتا ہے۔

احمد بن صالحؒ فرماتے ہیں:

"كان ابن لهيعة صحيح الكتاب طلاباً للعلم" [1]

ابن لہیعہ صحیح الکتب اور علم کے بہت زیادہ طلب کرنے والے ہیں۔

سفیانؒ فرماتے ہیں:

"كان عند ابن لهيعة الاصول وعندنا الفروع" [2]

ـــــ قال وسمعته يقول حججت حججاً

لا لقى ابن لهيعة " [3]

ابن لہیعہ کے پاس اصول ہیں اور ہمارے پاس فروع، زید بن حبابؒ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک حج میں نے صرف ابن لہیعہ کی ملاقات کی غرض سے کیا تھا۔

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں:

" سمعت احمد يقول ما كان محدث مصر الا

ابن لهيعة " [4]

میں نے امام احمدؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مصر کے محدث تو ابن لہیعہ ہی ہیں۔

قتیبہؒ فرماتے ہیں:

---

[1] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۷

[2] ایضاً ،، ،، ص ۴۷۷

[3] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۷۴

[4] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۸

"حضرت موت ابن لهيعة فسمعت الليث يقول ما خلف مثله" [1]

میں ابن لہیعہ کی وفات کے وقت حاضر تھا تو امام لیث کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ابن لہیعہ نے اپنے پیچھے کوئی اپنے جیسا نہیں چھوڑا۔

محدث ابن شاہینؒ فرماتے ہیں:

"قال احمد بن صالح ابن لهيعة ثقة وما روى من الاحاديث فيها تخليط يطرح ذالك التخليط" [2]

احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ ثقہ ہیں اور ان کی جن مرویات میں تخلیط ہے اس تخلیط کو دور پھینکا جائے۔

بعض محدثین نے یقیناً انہیں ضعیف قرار دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے ضعف کی وجہ ایسی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ان کی روایت کو بالکل ہی ناقابل اعتبار قرار دے دیا جائے ہمارا خیال تو یہ ہے کہ بعض نے صرف انہیں قاضی ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اُس زمانہ میں کچھ لوگوں کے نزدیک قاضی ہونا بھی عیب تھا اور بعض نے اس وجہ سے ضعیف کہا ہے کہ اُن کے گھر میں آگ لگ جانے سے ان کی کتابیں جل گئی تھیں یہی وجہ ہے کہ اُن سے جن لوگوں نے قدیماً سماع کیا ہے اُن کی روایت کو سب درست قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ہیثمیؒ (م ۷۰۸ھ) ابن لہیعہ کے بارے میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۸

[2] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۷۸۔

"وفیہ ابن لہیعۃ وقد احتج بہ غیر واحد" [1]

اس میں ابن لہیعہ ہیں اور ان سے بہت سے محدثین نے احتجاج کیا ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"رواہ ابن لہیعۃ وفیہ ضعف وھو حسن الحدیث" [2]

اس حدیث کو ابن لہیعہ نے روایت کیا ہے ان میں کچھ ضعف ہے تاہم ان کی حدیث حسن ہے۔

صدیقی صاحب نے ان تمام اقوال سے صرف نظر کرتے ہوئے فقط جرحیں نقل کی ہیں اور ان میں بھی خیانت سے کام لیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"نسائی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی کتاب میں اس کی صرف ایک روایت نقل کی ہے وہ بھی مجبور ہو کر۔" [3]

امام نسائیؒ کے قول میں مجبور ہو کر کے الفاظ نہیں ہیں یہ صدیقی صاحب کا اضافہ ہے جو ان کی مجبوری ہے اس کی امام نسائیؒ کی طرف نسبت غلط ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

"امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کذاب ہے" [4]

---

[1] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲

[2] مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۰۲

[3] شب برات کیا ہے ص ۳۷

[4] شب برات کیا ہے ص ۳۷

یہ صدیقی صاحب نے امام ابوزرعہؒ پر بہتان باندھا ہے انہوں نے ہرگز ابن لہیعہ کو کذاب نہیں کہا، صدیقی صاحب کے حواری امام ابوزرعہؒ کا یہ قول ثابت کریں دیدہ باید۔

مزید لکھتے ہیں:

"ابن عدی اور ذہبی کہتے ہیں ابن لہیعہ کی یہ روایت منکر ہے" [1]

صدیقی صاحب نے حوالہ درج نہیں فرمایا کہ ابن عدی اور ذہبی نے اس روایت کو کس جگہ منکر قرار دیا ہے اگر وہ حوالہ درج فرماتے تو ہم ضرور تحقیق کرکے اور دیکھتے کہ انہوں نے کیا لکھا ہے؟

ابن عدیؒ کی الکامل اور علامہ ذہبیؒ کی میزان تو ہم نے دیکھ لیں وہاں تو اس کا نام ونشان بھی نہیں ہے اس لیے اگر ہم یہ کہیں کہ ان حضرات نے اس حدیث کو منکر نہیں کہا بلکہ یہ صدیقی صاحب کا ان پر افتراء ہے تو بیجا نہ ہوگا۔

منکر کا معنیٰ

تاہم بالفرض ان حضرات نے اس روایت کو منکر کہا بھی ہو تو بھی یہ ہمارے خلاف نہیں جاتا کیونکہ کسی حدیث کا منکر ہونا اس کے ضعف کو مستلزم نہیں اس لیے کہ متقدمین کے نزدیک منکر وہ روایت کہلاتی ہے جس کا راوی ایک ہو، اور وحدت راوی کوئی جرح نہیں ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے اعلاء السنن ج ۱ ص ۸۰ (۱) ایسی صورت میں صدیقی صاحب کا بار بار احادیث کو منکر قرار دے کر لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ شب برات سے متعلق احادیث شدید قسم کی ضعیف یا

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۲۷

موضوع ہیں بالکل غلط ہے۔ دوسرے یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیئے کہ جہالت شارت نکارت تو ایسی جرحیں ہیں جو شواہد و متابعات سے ختم ہو جاتی ہیں اور شب براءت سے متعلق احادیث میں ایک دوسرے کے شواہد بھی موجود ہیں اور متابع بھی لہٰذا اس قسم کی جرحیں کرنا ہی فضول ہے، خاص کر جبکہ یہ احادیث فضائل اعمال سے متعلق ہیں نہ کہ احکام سے۔

آگے صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"عبد اللہ بن لھیعہ نے یہ روایت کس سے سنی تو کبھی تو وہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ روایت زید[1] بن سلیم سے مروی ہے اور کبھی کہتا ہے ضحاک بن ایمن سے مروی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ دونوں فرضی ہیرو ہیں جن کا بظاہر کوئی وجود نہیں گویا یہ صرف ابن لھیعہ کی ذہنی پیداوار ہیں۔ عبد اللہ بن لھیعہ آگے چل کر دعویٰ کرتا ہے کہ ان دونوں نے یہ روایت ضحاک بن عبد الرحمٰن بن عرزب سے نقل کی ہے اور کبھی کہتا ہے کہ عبد الرحمٰن بن عرزب سے نقل کی ہے اور اتفاق سے یہ دونوں بھی مجہول ہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن لھیعہ نے یا تو یہ روایت اپنے دماغ کی بھٹی میں تیار کی یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب اسے ہذیان کے دورے پڑنے لگے تھے" اس طرح اس روایت کے چار راوی تو قطعاً مجہول ہیں اور ایک شدید ضعیف ہے یہ روایت تو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل بھی نہیں" [2]

---

[1] یہ غلط ہے صحیح زبیر بن سلیم ہے

[2] شب براءت کیا ہے ص ۳۰

صدیقی صاحب نے اس حدیث کی دو سندوں کو غلط ملط کر کے اس کی حیثیت گرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے ہذیان میں آکر وہ باتیں کی ہیں جو کوئی بھی سنجیدہ آدمی نہیں کر سکتا ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے صدیقی صاحب کو ہذیان کے دورے پڑتے تھے اور وہ اس دوران ایسی باتیں لکھتے جاتے تھے جن کا انہیں بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا لکھ رہا ہوں۔ قارئین پہلے اس حدیث کی دونوں سندیں ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم صدیقی صاحب کی غلط بیانیوں کو ظاہر کریں گے۔

ابن ماجہ میں اس حدیث کی پہلی سند اس طرح ہے۔

(۱) راشد بن سعید بن راشد الرملی: حافظ ابن حجرؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں "صدوق من العاشرۃ"۔ [۱]

(۲) ولید بن مسلم: حافظ ابن حجرؒ کے بارے میں لکھتے ہیں "ثقۃ کثیر التدلیس"۔ [۲]

(۳) ابن لہیعہ: ان کی توثیق پیچھے گزر چکی ہے۔

(۴) ضحاک بن ایمن: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "مجہول من السادسۃ"۔ [۳]

(۵) ضحاک بن عبدالرحمٰن بن عرزب: ان کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "ثقۃ من الثالثۃ"۔ [۴]

---

۱ تقریب التہذیب ص ۹۹

۲ تقریب التہذیب ص ۳۷۱

۳ ایضاً " ص ۱۵۴

۴ ایضاً " ص ۱۵۴

(۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

قارئین ملاحظہ فرمائیے اس سند میں صرف ایک راوی ضحاک بن ایمن مجہول ہیں، باقی تمام راوی ثقہ ہیں ابن لہیعہ کے بارے میں گزر چکا ہے کہ وہ مختلف فیہ راوی ہیں لیکن ان کی حدیث حسن درجہ کی ہے۔

اب دوسری سند ملاحظہ فرمائیے

(۱) محمد بن اسحٰق الصاغانی : ان کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "ثقۃ ثبت" [۱]

(۲) ابوالاسود نضر بن عبدالجبار : ان کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "ثقۃ من العاشرۃ" [۲]

(۳) ابن لہیعہ : ان کی توثیق گزر چکی۔

(۴) زبیر بن سلیم : ان کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "مجہول من السادسۃ" [۳]

(۵) ضحاک بن عبدالرحمٰن : ان کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "ثقۃ من الثالثۃ" [۴]

(۶) عبدالرحمٰن بن عرزب : ان کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں "مجہول من الثالثۃ" [۵]

---

[۱] تقریب التہذیب ص ۲۸۹

[۲] ایضاً " ص ۳۵۸

[۳] ایضاً " ص ۱۰۶

[۴] ایضاً " ص ۱۵۴

[۵] ایضاً " ص ۲۰۶

(۷) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

اس سند میں دو راوی مجہول ہیں، لیکن ہم نے جو روایت نقل کی ہے وہ پہلی سند سے ذکر کی ہے، جس میں صرف ایک راوی ضحاک بن ایمن مجہول ہے" صدیقی صاحب اپنی جہالت یا دھوکہ دہی کی وجہ سے اس سند کے ایک اور راوی ضحاک بن عبدالرحمٰن کو بھی مجہول قرار دے رہے ہیں حالانکہ یہ قطعاً مجہول نہیں ہیں۔ پھر ابن لہیعہ کو شدید ضعیف قرار دے کر (حالانکہ وہ حسن الحدیث ہیں) دونوں سندوں کو غلط ملط کر کے لکھتے ہیں" اس طرح اس روایت کے چار راوی تو قطعاً مجہول ہیں اور ایک شدید ضعیف ہے" صدیقی صاحب تو دنیا سے چلے گئے ورنہ ہم ان سے پوچھتے کہ بتائیے ہماری پیش کردہ سند کے کونسے چار راوی مجہول ہیں؟ اب ہم ان کے حواریین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہماری پیش کردہ سند میں چار مجہول راوی ثابت کریں۔ ہم نے جو روایت پیش کی ہے اس میں ایک راوی کے مجہول ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اول تو خیر القرون میں جہالت مضر ہی نہیں۔ دوسرے اس کا شاہد موجود ہے اور ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ جب کسی روایت کے شواہد و متابع موجود ہوں تو جہالت، ستارت، نکارت جیسی جرحیں فضول ہوتی ہیں کیونکہ وہ شواہد و متابع کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں، پھر ایسی احادیث تو احکام میں حجت بن جاتی ہیں چہ جائیکہ فضائل، یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو ناصر الدین البانی صاحب نے "حسن" قرار دیا ہے دیکھئے صحیح سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳۔

قارئین ملاحظہ فرمائیے جس حدیث کو محدثین حسن قرار دے رہے ہیں اس حدیث کے بارے میں صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ "یہ روایت تو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل بھی نہیں" ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

صدیقی صاحب کی جہالت

صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

"یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ زید بن سلیم، ضحاک بن ایمن، ضحاک بن عبد الرحمٰن اور عبد الرحمٰن بن عرزب سے ابن ماجہ کے علاوہ کسی محدث نے روایت نہیں لی اور نہ اس روایت کو ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے نقل کیا ہے۔" لہ

صدیقی صاحب کی یہ عبارت بھی ان کے ہذیان کا شاہکار نظر آتی ہے اس لیے کہ ضحاک بن عبد الرحمٰن سے صرف ابن ماجہ ہی نے روایت نہیں لی بلکہ ان کے علاوہ امام ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ان سے روایت لی ہے اگر صدیقی صاحب "تقریب التہذیب" ہی اٹھا کر دیکھ لیتے تو اس جہالت کا شکار نہ ہوتے۔

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ اس روایت کو ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے نقل کیا" یہ بھی اُن کی جہالت کا نتیجہ ہے، کیونکہ اس روایت کو ابن ماجہ کے علاوہ امام بیہقی نے شعب الایمان (ج ۳ ص ۳۸۲) اور فضائل الاوقات (ص ۱۳۲) میں، حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں (ج ۵ ص ۳۵۶) اور علامہ مزی نے تہذیب الکمال (ج ۹ ص ۳۰۹) میں نقل کیا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت

لہ شب برات کیا ہے ؟ ص ۲۹

صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

"اس سلسلہ کی ایک روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جانب بھی منسوب کی جاتی ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" الخ [1]

قارئین محترم صدیقی صاحب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کا اردو ترجمہ ذکر کیا ہے اس کا عربی متن ذکر نہیں کیا اس لیے انہیں لکھنا چاہیئے تھا " جس کا ترجمہ یا مفہوم حسب ذیل ہے" نہ یہ کہ " جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں" کیونکہ صدیقی صاحب نے حدیث کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ معلوم ہوتا ہے صدیقی صاحب میں اتنی بھی لیاقت نہیں رہی تھی کہ وہ اتنی معمولی سی بات بھی سمجھتے۔

صدیقی صاحب کی جہالت اور دھوکہ دہی

صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

" یہ روایت کتب حدیث میں قطعاً نہیں پائی جاتی بلکہ ابن عدی نے اس روایت کو اپنی کامل میں نقل کرکے اسے منکر قرار دیا ہے" [2]

صدیقی صاحب کا قطعیت کے ساتھ یہ کہنا کہ "یہ روایت کتب حدیث میں قطعاً نہیں پائی جاتی" ان کی حدیث دانی سے قطعی جہالت کا نتیجہ ہے اس لیے کہ یہ روایت امام بیہقی نے شعب الایمان (ج ۳ ص ۳۸۰) میں امام بغوی نے شرح السنۃ (ج ۴ ص ۱۲۶) میں اور امام بزار نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے، صدیقی صاحب کے حواری بتائیں یہ حدیث کی کتابیں ہیں یا کسی اور

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۳۸ ۔

[2] شب برات کیا ہے ص ۳۹ ۔

فن کی ؟

صدیقی صاحب کا یہ فرمانا کہ " ابن عدی نے اس روایت کو اپنی کامل میں نقل کر کے اسے منکر قرار دیا ہے " اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جیسے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ منکر وہ حدیث کہلاتی ہے جسے ایک راوی نے روایت کیا ہو اور محدثین کے نزدیک تفرد راوی کوئی برج نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ منذریؒ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

" روی البزار والبیہقی من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بنحوہ باسناد لاباس بہ" [سلہ]

امام بزار اور امام بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی ایک حدیث نقل کی ہے، ایسی سند کے ساتھ کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے،

ناصرالدین البانی لکھتے ہیں :

" لا باس باسنادہ " [سلہ]

اس کی سند میں کوئی مضائقہ نہیں ہے،

معجم طبرانی کبیر کے محقق حمدی عبدالمجید السلفی تحریر فرماتے ہیں :

" قال شیخنا فی تعلیقہ علی رسالۃ لیلۃ النصف من شعبان (ص ۲۰) وھو حدیث صحیح لشواھدہ الکثیرۃ .... فھذہ الطرق الکثیرۃ لا یشک من وقف علیہا

سلہ الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۲۵۹۔

سلہ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ج ۳ ص ۱۳۷۔

ان الحدیث صحیح لا سیما و بعض طرقه
حسن لذاته کحدیث معاذ و ابی بکر
رضی اللہ عنہما " [1]

ہمارے شیخ "لیلۃ النصف من شعبان" نامی رسالہ پر اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے بہت سے شواہد ہیں .... یہ اس قدر کثیر طرق ہیں کہ ان پر مطلع ہونے والے کو پھر اس حدیث کی صحت میں شک نہیں رہتا، بالخصوص اس صورت میں کہ اس کے بعض طرق حسن لذاتہ ہیں جیسے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کی حدیث۔

ان تصریحات کی موجودگی میں صدیقی صاحب کا اس حدیث کو منکر قرار دینا پھر اس کے راویوں پر صیرفی پھبتی اور خود ساختہ جرح کرنا بالکل فضول ہے۔ اس سے ان کے حواری تو ضرور خوش ہو سکتے ہیں لیکن منصف مزاج آدمی متاثر نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد اب ضرورت تو محسوس نہیں ہوتی کہ اس کی سند کے بارے میں مزید کچھ لکھا جائے لیکن چونکہ ہم چاہتے ہیں کہ صدیقی صاحب کی دیانت عوام کے سامنے پیش کریں اس لیے ان کی خود ساختہ باتوں کا جواب مختصر انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

صدیقی صاحب اس حدیث کے ایک راوی عبد الملک بن عبد الملک

---

[1] معجم طبرانی کبیر ج ۲۰ ص ۱۰۹

کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

" ابن حبان کہتے ہیں یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جس کی تائید کوئی اور نہیں کرتا یعنی اس کی روایات خود ساختہ ہیں ۔ میزان ص۱۵۴ ج۲ "

صدیقی صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ " یعنی اس کی روایات خود ساختہ ہیں " نہ یہ ابن حبان کی عبارت کا مطلب ہے اور نہ یہ جملہ میزان الاعتدال میں موجود ہے ، یہ صرف صدیقی صاحب کی دوسروں کو دھوکہ دینے کے لیے خود ساختہ عبارت ہے ، قارئین علامہ ذہبیؒ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔

علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں :

" قال ابن حبان وغیرہ لا یتابع علی حدیثہ " له

ابن حبان وغیرہ کا کہنا ہے کہ ان کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی ۔

اس کا مطلب تو فقط اتنا ہے کہ عبد الملک بن عبد الملک نے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں اس کا کوئی متابع نہیں ہے ، یعنی مصعب بن ابی ذئب سے فقط یہی بیان کرتے ہیں کوئی اور نہیں ، نہ اس سے عبد الملک کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی روایات کا خود ساختہ ہونا ، معلوم نہیں صدیقی صاحب کو اصول حدیث سے واسطہ نہیں پڑا یا وہ جان بوجھ کر دھوکہ دیتے ہیں ؟

صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

" ابن عدی نے اس کی سند اس طرح بیان کی ہے کہ مجھ سے یہ روایت عمرو بن الحارث نے بیان کی اس نے عبد الملک بن عبد الملک سے سنی ، عبد الملک کا حال اوپر گزر چکا اب عمرو

له میزان الاعتدال ج۲ ص۶۵۹

بن الحارث کے بارے میں فرماتے ہیں یہ کوئی معروف شخص نہیں
اور اس سے اسحٰق بن ابراہیم زبریق اور اس کی باندی علوہ کے
علاوہ کوئی حدیث روایت نہیں کرتا میزان ج ۳ ص ۱۵۱ گویا یہ
راوی بھی قابل اعتماد نہیں " ۔ ؎۱

صدیقی صاحب نے یہاں بھی انتہائی دجل و فریب سے کام لیا ہے اول تو سند پوری ذکر نہیں کی ، دوسرے جس عمرو بن الحارث کا تذکرہ کیا ہے وہ اس سند میں مراد ہی نہیں ہے " پہلے ہم پوری سند ذکر کرتے ہیں پھر بتاتے ہیں کہ اس سند میں وہ عمرو بن الحارث مراد نہیں ہیں جن کا تذکرہ صدیقی صاحب نے کیا ہے بلکہ یہ اور بزرگ ہیں ۔

ابن عدی لکھتے ہیں :

" حدثنا محمد بن جعفر الامام قال :
حدثنا یعقوب بن حمید ، ثنا عبد اللہ بن وهب
اخبرنی عمرو بن الحارث عن عبد الملك
بن عبد الملك عن مصعب بن ابی ذئب عن
القاسم بن محمد عن عمة او غیره عن
ابی بکر الصدیق الخ " ؎۲

اس سند سے واضح ہو رہا ہے کہ عمرو بن الحارث کے شاگرد " عبد اللہ بن وہب ہیں ، جبکہ صدیقی صاحب لکھ رہے ہیں کہ " اس سے اسحٰق بن ابراہیم زبریق اور اس کی باندی علوہ کے علاوہ کوئی حدیث روایت نہیں کرتا " اگر صدیقی

؎۱ شب برأت کیا ہے ص ۴۱ ؎۲ الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۵ ص ۱۹۴۶

صاحب کی بات صحیح مانی جائے تو پھر سند میں بجائے عبداللہ بن وہب کے اسحٰق بن ابراہیم کا نام آنا چاہیے تھا اس سے معلوم ہوا کہ جو عمرو بن الحارث صدیقی سے مراد لے رہے ہیں وہ مراد ہی نہیں ہے بلکہ سند میں مذکور عمرو بن الحارث صحاح ستہ کے راوی ہیں جنہیں محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

علامہ ذہبیؒ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"عمرو بن الحارث (ع) عالم الديار المصرية وشيخها ومفتيها مع الليث بن سعد فوثقوه"[۱]

عمرو بن حارث دیار مصر کے عالم، وہاں کے شیخ اور لیث بن سعد کے ساتھ ان کے فتویٰ دینے والے ہیں محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

"قال ابن معين والعجلي والنسائي وغيرهم ثقة"[۲]

ابن معین، عجلی اور نسائی تینوں کا کہنا ہے کہ عمرو بن الحارث ثقہ ہیں۔

"قال ابن وهب سمعت من ثلاث مائة وسبعين شيخا فما رايت احدا احفظ من عمرو بن الحارث"[۳]

عبداللہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے تین سو ستر مشائخ سے

۱؎ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۵۱

۲؎ ایضاً " " ص ۲۵۲

۳؎ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۵

احادیث سنن میں لیکن عمرو بن الحارث سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں پایا۔

اس عظیم راوی کے بارے میں صدیقی صاحب لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"گویا یہ راوی بھی قابلِ اعتماد نہیں"

ے ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"عبدالملک بن عبدالملک نے یہ روایت مصعب بن ابی ذئب سے نقل کی ہے یہ کون حضرت ہیں مجھے ان کا حال آج تک معلوم نہیں ہو سکا۔ نہ ابن عدی نے اس کا تذکرہ کیا، نہ ذہبی نے نہ بخاری نے نہ نسائی اور نہ حافظ ابن حجر نے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس زمین سے تعلق نہیں رکھتا تھا، اس طرح یہ روایت انتہائی شدید ضعیف ہوئی" [1]

صدیقی صاحب کا طرز استدلال ملاحظہ فرمایئے ان کو تین چار ناقدین فن کی کتابوں میں ایک راوی کا ذکر نہیں ملا تو انہوں نے فوراً محسوس کر لیا کہ یہ اس سرزمین کا باشندہ ہی نہیں ہے۔ اس کی مثال یوں بن سکتی ہے کہ کسی مجلس میں صدیقی صاحب کا ذکر ہو وہاں کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تذکرہ کی فلاں فلاں کتاب پڑھی ہے اس میں صدیقی صاحب کا نام مجھے نہیں ملا۔

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۱۴

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس زمین سے تعلق نہیں رکھتے تھے،" کیا ایسی صورت میں صدیقی صاحب کا وجود معدوم کہلائے گا؟ سیدھی سی بات ہے کہ اگر ناقدین نے مصعب بن ابی ذئب کا تذکرہ نہیں کیا تو اس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ وہ غیر معروف راوی ہیں جس کی وجہ سے سند کمزور ہو گئی، لیکن جب اس روایت کے شواہد بھی پائے گئے تو سند کا ضعف بھی جاتا رہا اسی لیے محدثین نے اس روایت کو لیا ہے رد نہیں کیا، پیچھے آپ امام منذری اور ناصر الدین البانی کا قول ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ انھوں نے اس کی سند کے بارے میں لا باس بہ کہا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور محمدی عبد المجید سلفی نے اپنے شیخ کے حوالے سے لکھی ہے کہ وہ اسے حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ " اس طرح یہ روایت انتہائی شدید ضعیف ہوئی" — خواہ مخواہ کا تحکم اور سینہ زوری ہے۔

آگے صدیقی صاحب نے اس روایت کو ساقط الاعتبار گردانے کے لیے ایک اور شوشہ چھوڑا ہے۔ اور دھوکہ دہی کی ناکام کوشش کی ہے لکھتے ہیں:

"مصعب بن ابی ذئب نے یہ روایت قاسم بن محمد سے نقل کی ہے، قاسم مدینہ کے بہت بڑے امام، حضرت عائشہؓ کے بھتیجے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے، جعفر بن محمد کے نانا اور باقر کے خسر ہیں، ان کی ذات شک و شبہ سے پاک ہے۔ لیکن یہ روایت ان کی جانب جو منسوب کی گئی ہے وہ غلط ہے اور ان تینوں راویوں نے انھیں بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اس کا ثبوت جہاں ان تینوں کا ناقابل اعتبار ہونا ہے وہاں ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان راویوں کا دعویٰ ہے کہ قاسم نے یہ روایت اپنے والد

محمد بن ابی بکرؓ سے نقل کی۔ حالانکہ قاسم نے اپنے باپ کو دیکھا بھی نہیں۔۔ الخ سلہ

قارئین محترم اس روایت کی نسبت قاسم بن محمد کی طرف غلط نہیں ہے۔ انہی ان روایات نے انہیں بدنام کرنے کی کوئی کوشش کی ہے۔ صدیقی صاحب بلاوجہ ان راویوں کو ناقابل اعتبار ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "ان راویوں کا دعویٰ ہے کہ قاسم نے یہ روایت اپنے والد محمد بن ابی بکرؓ سے نقل کی ہے" سرے سے یہ بات ہی غلط ہے ان راویوں نے یہ کہا ہی نہیں، ہم نے ابن عدی کے حوالے سے اس روایت کی سند پیچھے ذکر کی ہے یہاں دوبارہ ذکر کر دیتے ہیں، صدیقی صاحب کے حواری چشم انصاف سے دیکھیں کہ اس سند میں قاسم کے والد کا ذکر ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں:

"حدثنا محمد بن جعفر الامام: حدثنا یعقوب بن حمید، ثنا عبد اللہ بن وهب اخبرنی عمرو بن الحارث عن عبد الملک بن عبد الملک عن مصعب بن ابی ذئب عن القاسم بن محمد عن عمه او غیره عن ابی بکر الصدیق"

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیے اس سند میں قاسم بن محمد کے بعد ان کے چچا کا ذکر ہے کہ انہوں نے یہ روایت اپنے چچا وغیرہ سے سنی۔ ان کے والد کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا صدیقی صاحب کا اسے دوسرا ثبوت قرار دینا بڑا دھوکہ ہے۔

سلہ شب برات کیا ہے ص ۱۴

پھر آگے جو صدیقی صاحب نے زہر اگلا ہے کہ محمد ایسے تھے ایسے تھے اور خود انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی یہ سب بنا الفاسد علی الفاسد کے قبیل سے ہے۔

؎ خشتِ اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا می رود دیوار کج

آگے صدیقی صاحب نے ایک سُرخی قائم کی ہے " شعبان میرا مہینہ ہے[1] " اور اس سرخی کے تحت ایک حدیث ذکر کر کے اس کے خلاف زہر اگلا ہے، اگر یہ حدیث موضوع و من گھڑت بھی ہو تو چونکہ نصف شعبان کی شب سے اس کا نفیاً و اثباتاً کوئی تعلق نہیں اس لیے ہمارے ذمہ اس کا جواب نہیں ہے، کیونکہ ہماری بحث فقط نصف شعبان کی شب، شب براءت سے ہے۔

صدیقی صاحب کی اصولِ حدیث سے جہالت

کچھ آگے چل کر صدیقی صاحب نے ایک سُرخی قائم کی ہے " ایک دُعا[2] " اس کے تحت موصوف غنیۃ الطالبین سے ایک دُعا نقل کر کے لکھتے ہیں۔

" اس روایت کی تحقیق سے قبل حدیث کا ایک اصول ذہن نشین کر لیجئے کہ اصولِ حدیث کی رو سے صرف وہی روایت قابلِ قبول ہوتی ہے جس کی مصنف نے پوری سند بیان کی ہو یعنی اپنے دور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک تمام راوی بیان کئے

---

[1] شب براءت کیا ہے ص ۴۳

[2] شب براءت کیا ہے ص ۴۵

ہوں اور وہ سب ثقہ ہوں ان کا حافظہ بھی قوی ہو، اور ہر ایک کا دوسرے سے حدیث سننا بھی ثابت ہو، ان میں سے ہر راوی کو نہ تو مغالطہ ہوتا ہو، نہ اس میں وہم کا مادہ زیادہ ہو اور نہ ان میں سے کسی پر محدثین نے جرح کی ہو، یہ صحت حدیث کا پہلا معیار ہے جو روایت اس معیار پر پوری نہ اترے وہ اس قابل نہیں کہ اس کی جانب توجہ دی جائے" ۔ ؎۱

صدیقی صاحب نے اس اصول میں دو جگہ جہالت کا مظاہرہ کیا ہے، ایک تو یہ کہ انہوں نے قبولِ روایت کے اس اصول کو علی الاطلاق بیان کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ خواہ احادیثِ احکام ہوں یا احادیث فضائل سب میں یہ اصول جاری ہوگا حالانکہ اصولِ حدیث سے معمولی مس رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ قبول روایت کا یہ اصول صرف احادیثِ احکام سے متعلق ہے نہ کہ احادیثِ فضائل سے، احادیثِ فضائل کے قبول میں اتنی سختی نہیں کی جاتی بلکہ ان میں تساہل سے کام لیا جاتا ہے چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:-

"یجوز عند اھل الحدیث وغیرھم التساھل فی الاسانید وروایۃ ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل بہ من غیر بیان ضعفہ فی غیر صفات اللہ تعالیٰ والاحکام" ؎۲

محدثین وغیرہ کے نزدیک اسانید (ضعیفہ) میں تساہل جائز ہے اسی طرح ایسی ضعیف حدیث روایت کرنا بھی جائز ہے جو موضوع

؎۱ شب برات کیا ہے ص ۵۴

؎۲ تقریب النواوی مع تدریب ۱/ ص ۱۹۸ طبع میر محمد کراچی

نہ ہو اور ضعیف حدیث پر اس کا ضعف بتلائے بغیر عمل کرنا بھی جائز ہے سوائے اللہ کی صفات اور احکام کے۔

دوسرے انہوں نے قبول روایت کو اس اصول میں منحصر کر دیا ہے حالانکہ اس میں انحصار قطعاً غلط ہے۔

صدیقی صاحب کی دروغ گوئی

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"حتیٰ کہ محدثین اس پر بھی متفق ہیں کہ اگر ایک مسلم تابعی حضور کا فرمان نقل کرے اور درمیان سے صحابی کا نام ترک کر دے جس سے اس نے روایت سنی ہے تو یہ روایت بھی قابل قبول نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے یہ حدیث صحابی سے نہ سُنی ہو بلکہ جس سے سُنی ہو وہ ناقابل اعتبار ہو۔ ایسی روایت جس میں صرف صحابی کا تذکرہ نہ ہو محدثین کی اصطلاح میں مرسل کہلاتی ہے اور مرسل روایت قابل قبول نہیں حتیٰ کہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام مجاہد، امام عطاء بن ابی رباح، امام حسن بصری، امام زہری اور امام سفیان بن عیینہ کی مرسلات بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتیں"[1]

صدیقی صاحب کے اس بیان سے ایسے لگتا ہے کہ یا تو وہ اصول حدیث سے بالکل جاہل ہیں یا پھر وہ جان بوجھ کر دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں اور سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ صدیقی صاحب

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۵۳

نے حدیثِ مرسل کے قبول نہ کرنے کو محدثین کا متفق علیہ مسئلہ کیسے لکھ دیا؟ حالانکہ جمہور محدثین حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ مطلقاً اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ چند شرائط کے ساتھ مرسل حدیث کو قبول کرتے ہیں اور اسے حجت مانتے ہیں۔ صدیقی صاحب اگر "قواعد فی علوم الحدیث" ہی دیکھ لیتے تو ایسی بات نہ کرتے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتے بوجھتے ایسی باتیں کرتے ہیں، تاکہ انکارِ حدیث کی راہ ہموار ہو۔ ظاہر بات ہے کہ جب مرسل حدیث کے قبول نہ کرنے کو محدثین کا متفق علیہ مسئلہ کہا جائے گا تو لاکھوں حدیثیں خود بخود بیکار ہو جائیں گی۔

قارئین محترم یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مرسل حدیث میں فقط اتنی بات ہوتی ہے کہ خیر القرون کے دور کا ایک شخص (تابعی) صحابی کا نام نہیں لیتا، اور کوئی سقم اس میں نہیں ہوتا محض اتنی سی بات پر صدیقی صاحب اس حدیث کو ماننے کے لیے تیار نہیں لیکن "مکاتبِ حدیث پر ناقدین کی جرح" جو کئی کئی صدیوں بعد کے لوگوں کی کتابوں میں بلا سند ملتی ہے اسے صحیفۂ آسمانی سمجھتے ہیں اور اس پر بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے ایمان لے آتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ مرسل حدیث کی حجیت کے سلسلہ میں ہم یہاں تفصیل میں نہیں جانا چاہتے جسے تفصیل درکار ہو وہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی کی کتاب "قواعد فی علوم الحدیث" کا مطالعہ کرے اس میں مرسل حدیث کے قبول و عدم قبول، نیز کن کن بزرگوں کی مرسلات قبول ہیں کن کی نہیں یہ سب تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ صدیقی صاحب نے جن بزرگوں کی مرسلات کے عدم قبول کی بابت نام گنوائے ہیں ان میں بھی غلو سے کام لیا ہے۔

صدیقی صاحب آگے رقمطراز ہیں :

"جب ایک راوی کے جھوٹ جاننے سے روایت قابل قبول نہیں رہتی تو اس روایت کا کیا درجہ ہوگا جس میں پورے پانچ سو سال کے راوی چھوڑ دیے جائیں وہ تو بے پر کی گپ ہوگی ، شیخ جیلانی نے اس روایت کی کوئی سند بیان نہیں کی اور پورے پانچ سو سال کے راوی چھوڑ دیے جو کم از کم بارہ تیرہ ہونے چاہیئے تھے اس قسم کی روایات کے جھوٹ ہونے میں کیا شک وشبہ کیا جاسکتا ہے" ؎ لے

معلوم نہیں صدیقی صاحب نے یہ ضابطہ کہاں پڑھا ہے کہ جس روایت کی سند بیان نہ کی جائے ، درمیان کے راوی چھوڑ دیے جائیں تو وہ بلاشک شبہ جھوٹی ہوتی ہے " محدثین نے تو ایسا کوئی ضابطہ بیان نہیں کیا ، بلکہ بہت سے محدثین نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جن میں سند کے بیان کرنے کا التزام نہیں کیا ، شیخ خطیب عمریؒ کی مشکوٰۃ ، امام سیوطیؒ کی جمع الجوامع ، شیخ علی متقیؒ کی کنز العمال ، شیخ نور الدین الہیثمیؒ کی مجمع الزوائد میں ہزاروں احادیث موجود ہیں لیکن ان کی سندیں ذکر نہیں کی گئیں اسی طرح موطا امام مالک کی بلاغات بخاری کی تعلیقات اور ترمذی کی مافی الباب بغیر سند ہی کے مذکور ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ احادیث سب جھوٹی ہیں ؟ العیاذ باللہ۔

مگر شیخ جیلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند ذکر نہیں کی تو کیا ہوا ؟ صدیقی صاحب شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۸۳ ، اور فضائل الاوقات للبیہقی ص ۱۲۰ دیکھ لیتے تو انہیں اس کی سند مل جاتی اور اگر انہیں یہ کتابیں دستیاب نہ تھیں تو

لے شب برات کی شرعی حیثیت ص ۳۶

مسند احمد ج اص ۹ ۲۵ دیکھ لیتے وہاں اس کی سند مل جاتی ۔ ایسے معلوم ہوتا ہے
صدیقی صاحب کو انکار حدیث کا شوق ہے اس لیے جو حدیث ان کی دسترس سے
باہر ہوتی ہے یا اس میں معمولی قسم کا سقم ہوتا ہے اُسے بے پر کی گپ قرار دے
دیتے ہیں ۔ حافظ ابن ذوالکفل آگے اس حدیث کے بارے میں صدیقی صاحب
نے جو خامہ فرسائی کی ہے اس کے جواب کی ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہمارے
موضوع سے باہر ہے ۔
صفحہ ۸۶ پر صدیقی صاحب نے ایک حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اس
کے جواب کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا تعلق بھی شب برات سے نہیں ہے ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

صفحہ ۹۶ پر صدیقی صاحب نے " شب برات کا روزہ " کی سرخی قائم
کر کے اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کو موضوع
قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے ۔ پہلے ہم اس روایت کی صحیح حیثیت ذکر کرتے
ہیں اس کے بعد صدیقی صاحب کا جھوٹ اور خیانت ظاہر کریں گے ۔ ملاحظہ
فرمائیے ابن ماجہ میں ۔ اس روایت کے راوی درج ذیل ہیں ۔
(۱) حسن بن علی الخلال (م ۲۴۲ ھ) امام نسائی کے علاوہ باقی اصحاب صحاح
ستہ میں سے ہر ایک نے آپ سے روایت لی ہے ۔ یعقوب بن شیبہ فرماتے
ہیں " کان ثقۃ ثبتا " ؎ آپ ثقہ اور ثبت راوی ہیں امام نسائی

؎ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۰۳

فرماتے ہیں "ثقۃ"[1] آپ ثقہ ہیں، خطیب بغدادی فرماتے ہیں "وکان ثقۃ حافظاً" [2] آپ ثقہ اور حافظ الحدیث تھے۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے[3]۔ حافظ ابراہیم بن اورمہ فرماتے ہیں۔

"بقی الیوم فی الدنیا ثلاثۃ: محمد بن یحیی الذھلی بخراسان، احمد بن الفرات باصبھان، والحسن بن علی الحلوانی بمکۃ"[4]

دنیا میں تین ہی بزرگ رہ گئے ہیں (۱) محمد بن یحیی الذھلی خراسان میں (۲) احمد بن الفرات اصفہان میں (۳) حسن بن علی الحلوانی مکہ مکرمہ میں،

(۲) عبدالرزاق بن ہمام صنعانی: (م ۲۱۱ھ) آپ سے اصحاب صحاح ستہ میں سے ہر ایک نے روایت لی ہے اور تقریباً سب ہی نے آپ کی توثیق کی ہے، آپ ابن جریج، ثور بن یزید، معمر، اوزاعی، سفیان ثوری، مالک بن انس رحمہم اللہ جیسے اکابر ائمہ کے شاگرد، اور امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، یحیی بن معین، امام ذہلی، احمد بن صالح، علی بن مدینی اور عبد بن حمید رحمہم اللہ جیسے عظیم محدثین کے استاذ ہیں،

(۳) ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی سبرۃ: (م ۱۶۲ھ)

امام ذہبی آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"الفقیہ الکبیر قاضی" ابن ابی سبرۃ بڑے فقیہ

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۰۳

[2] ایضاً " " ص ۳۰۳

[3] ایضاً " " ص ۳۰۳

[4] سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۹۸

العراق، ابو بكر بن عبد الله بن محمد بن ابي سبرة بن ابي رهم وكانت جدا بيه ابو سبرة بدريا من السابقين المهاجرين ابن ابي رهم بن عبد العزى القرشي، ثم العامري توفي في زمن عثمان رضي الله عنهما، و كانت امه برة عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم واخو لامه ابا سلمة المخزومي رض.[1]

اور عراق کے قاضی ہیں، ان کا نام و نسب اس طرح ہے، ابوبکر بن عبد اللہ بن محمد بن ابی سَبْرَۃ بن ابی رُہم، ان کے پردادا ابو سبرۃ بدری صحابی اور اولین مہاجرین میں سے تھے جو ابو رُہم بن عبد العزیٰ القرشی ثم العامری کے فرزند تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں انکا انتقال ہوا ان کی والدہ برّہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں، اور ابو سلمہ مخزومی رضی اللہ عنہ ان کے ماں شریک بھائی تھے۔

آپ حضرت عطاء بن ابی رباح، عبد الرحمٰن بن هرمز الاعرج، زید بن اسلم، ہشام بن عروہ، شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر رحمہم اللہ جیسے اکابر محدثین کے شاگرد اور ابن جریج، ابو عاصم النبیل، محمد بن عمر واقدی، عبد الرزاق بن ہمام

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۳۰

صنعانیؒ، عبداللہ بن ولید عدنیؒ وغیرہ کے استاذ تھے[1]

(۱) امام ابوداؤدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں،

"کان مفتی اھل المدینۃ"[2]

آپ اہل مدینہ کے مفتی تھے،

(۲) حضرت معنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھ سے ابوجعفر منصور نے پوچھا،

"من بقی بالمدینۃ من المشیخۃ؟ قلت ابن ابی ذئب، و ابن ابی سبرۃ، و ابن ابی سلمۃ الماجشون"[3]

مدینہ طیبہ کے مشائخ میں سے اب کون باقی رہ گیا؟ میں نے کہا کہ ابن ابی ذئب، ابن ابی سبرۃ، اور ابن ابی سلمہ ماجشون،

(۳) مصعب بن عبداللہ الزبیری فرماتے ہیں:

"کان من علماء قریش وولاہ المنصور القضاء"[3]

ابن ابی سبرہ علماء قریش میں سے تھے اور انہیں منصور نے قاضی بنایا تھا،

(۴) محمد بن سعد فرماتے ہیں:

"کان کثیر العلم والسماع والروایۃ ولی

---

[1] سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۳۰

[2] ایضاً " " ج ۷ ص ۳۳۱

[3] سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۳۱

[4] تہذیب الکمال ج ۳۳ ص ۱۰۴

قضاء مكة لزياد بن عبيد الله وكان يفتي بالمدينة و قدم بغداد فمات بها سنة اثنتين و ستة في خلافة المهدي وكان ابن ستين سنة وهو على قضاء المهدي ".[1]

ابن ابی سبرۃ وسیع العلم، کثیر السماع اور کثیر الروایت تھے، زیاد بن عبید اللہ کی طرف سے مکہ مکرمہ کے قاضی بنے، مدینہ طیبہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے، پھر بغداد چلے آئے اور یہیں ۱۶۲ھ میں مہدی کے زمانہ خلافت میں انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور آپ مہدی کی طرف سے قضاء کے عہدہ پر فائز تھے۔

علی بن مدینیؒ اور امام نسائیؒ نے آپ کو متروک الحدیث کہا ہے، امام بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے عبداللہ اور صالح نے اپنے والد سے ان کے بارے میں وضع حدیث کی روایت نقل کی ہے، ابن عدی نے ان کے بارے میں " ممن یضع الحدیث " کہا ہے[2]، امام بزار نے " لین الحدیث " قرار دیا ہے۔[3]

قارئین محترم! آپ نے ابن ابی سبرۃ کے بارے میں موافق و مخالف آراء ملاحظہ فرمائیں، ان آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ابی سبرہ مختلف فیہ راوی

---

[1] تہذیب الکمال ج ۳۳ ص ۱۰۶

[2] سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۳۱

[3] کشف الاستار ج ۱ ص ۳۱۳

ہیں۔ اب ہم اس بات کا تجزیہ کرتے ہیں کہ آیا ان پر جو وضع حدیث کا الزام ہے وہ حقیقت ہے یا اس میں مبالغہ ہے؟ تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ الزام مبالغہ سے خالی نہیں ہے جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: یہ ہے کہ ائمہ محدثین کی یہ بات طے شدہ ہے کہ جرح مبہم (یعنی اگر کسی راوی پر بغیر تفصیل کے جرح کی جائے تو وہ) قابل قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ اس جرح پر کوئی دلیل پیش نہ کی جائے اور اس کی تفصیل بیان نہ کی جائے، ابن ابی سبرہ پر وضع حدیث وغیرہ کا الزام لگانے والے بزرگوں میں سے کسی نے بھی ان کے واضع الحدیث اور متروک الحدیث ہونے کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی اور نہ اس پر کوئی دلیل قائم کی، نہ کوئی ایسی حدیث بیان کی جو ان سے مروی ہو اور موضوع ہو، ابن عدی نے ان کی چند روایات ذکر کی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی موضوع نہیں ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ ابن ابی سبرہؒ پر وضع حدیث کا الزام بعد کے لوگوں نے لگایا ہے ان کے اقران میں سے کسی نے بھی نہیں لگایا، بلکہ ان کے زمانے کے لوگ تعریف کر رہے ہیں چنانچہ پیچھے گزر چکا ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے انہیں مدینہ طیبہ کے مشائخ میں سے شمار کیا ہے سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص واضع الحدیث ہو وہ مدینہ طیبہ کے مشائخ میں سے ہو سکتا ہے؟

تیسری وجہ: یہ ہے کہ محمد بن سعد کے بیان سے معلوم ہو رہا ہے کہ ابن ابی سبرہ مرکز اسلام میں سے مدینہ طیبہ کے مفتی، مکہ مکرمہ اور عراق کے قاضی تھے، جس زمانے میں آپ مفتی اور قاضی تھے وہ خیر القرون کا زمانہ تھا، اور یہ بھی ایک طے شدہ امر ہے کہ مفتی اور قاضی کے لیے عادل، صادق اور کتاب و سنت کا عالم ہونا ضروری ہے، ان امور کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرنے

کا مقام ہے کہ ایک ایسا شخص جو صادق و عادل نہ ہو، بلکہ جھوٹا اور واضع الحدیث ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والا ہو وہ خیر القرون میں مدینہ طیبہ کا مفتی کیونکر بن سکتا ہے؟ جبکہ مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ جیسی ہستی بھی موجود ہو اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام مالکؒ کی موجودگی میں ایک واضع حدیث اور جھوٹے شخص کے پاس اہل مدینہ فتوے پوچھنے جائیں، آخر اہل مدینہ اتنے لاعلم تو نہیں تھے، پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ایک واضع الحدیث اور جھوٹے شخص کو مدینہ طیبہ کے مشائخ میں شمار کریں۔

اسی طرح اُس زمانے میں مکہ مکرمہ اور عراق میں بڑے بڑے محدثین و فقہاء موجود تھے ان کے ہوتے ہوئے کیونکر ممکن ہے کہ ایک حدیثیں گھڑنے والا اور کذاب شخص قاضی بن جائے؟

چوتھی وجہ: یہ ہے کہ ابن ابی سبرۃ کے واضع الحدیث ہونے کی صورت میں یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ امام بخاریؒ جیسے نقاد انہیں صرف ضعیف قرار دیں، اور امام بخاریؒ صرف لین الحدیث قرار دیں، کیونکہ "لَیِّنُ الْحَدِیْث" اور "یَضَعُ الْحَدِیْث" میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ان وجوہات کی بنا پر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ابن ابی سبرۃ پر "وضع حدیث" وغیرہ کی نسبت مبالغہ سے خالی نہیں، پیچھے ایک مقام پر ہم لکھ چکے ہیں کہ اُس زمانہ میں کسی کا قاضی یا مفتی بننا بھی بعض محدثین کے نزدیک عیب شمار ہوتا تھا اور وہ اس وجہ سے بھی جرح کر دیتے تھے، ابن ابی سبرۃ کے بارے میں ہمیں امام ذہبیؒ کا فیصلہ قبول ہے وہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں،

"وھو ضعیف الحدیث من قبل حفظہ"[۱]

---

[۱] سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۳۰

ابن ابی سبرہ حافظہ میں کمزوری کی وجہ سے ضعیف الحدیث ہیں
اور امام بخاری رحمہ اللہ نے جو انہیں ضعیف قرار دیا ہے اسے بھی ہم اسی
پر محمول کرتے ہیں کہ انہوں نے من جہتہ الحفظ ہی ضعیف قرار دیا ہے نہ
کہ من جہتہ العدالۃ۔

(۴) ابراہیم بن محمد : (م) ان کا تذکرہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ کبیر،
امام ذہبیؒ کی میزان الاعتدال میں موجود ہے دونوں میں سے کسی ایک نے بھی
انہیں ضعیف نہیں کہا حافظ ابن حجرؒ تقریب فرماتے ہیں :

" ابراھیم بن محمد بن معاویۃ ابن عبد اللہ
بن جعفر ھو ابراھیم بن محمد بن علی بن
عبد اللہ بن جعفر صدوق من السادسۃ" [۱]

ابراہیم بن محمد بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر، یہ ابراہیم بن محمد بن
علی بن عبد اللہ بن جعفر ہیں، صدوق ہیں چھٹے طبقہ کے ہیں۔
آپ سے امام ترمذی نے اپنی جامع میں ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور امام
نسائی نے مسند علی میں روایت لی ہے۔

(۵) معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر : (م) آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے بھتیجے عبد اللہؓ کے صاحبزادے ہیں آپ کو شرف تابعیت حاصل ہے۔
امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً آپ کی روایت ذکر کی ہے، ان کے علاوہ امام
نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی آپ سے روایت لی ہے۔
عجلی آپ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں ذکر کیا ہے [۲]

---

[۱] تقریب التہذیب ص ۲۳

[۲] تہذیب الکمال ج ۲۸ ص ۱۹۷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں :

" معاویۃ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب

الہاشمی مقبول من الرابعۃ " ؎

حضرت معاویہ بن عبد اللہ چوتھے درجہ کے مقبول راوی ہیں

(۶) عبد اللہ بن جعفر : (م ۸۰ھ) آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔

(۷) جعفر بن ابی طالب : آپ ـــــ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچازاد بھائی ، جلیل القدر صحابی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے ہیں۔

(۸) حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ : آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے راویوں میں ابن ابی سبرہ کے کے علاوہ کوئی راوی ضعیف نہیں ہے ، اور ان کا ضعف بھی بقول امام ذہبیؒ کے مِنْ جِهَتِهِ الْحِفْظُ ہے نہ کہ مِنْ جِهَتِهِ الْعَدَالَتُ ، لہٰذا یہ حدیث حسن درجے کی ہے زیادہ سے زیادہ ضعیف کہہ سکتے ہیں موضوع نہیں یہی وجہ ہے کہ کسی بھی امام اور حافظ الحدیث نے اسے موضوع قرار نہیں دیا ، نہ کسی محدث نے اسے ابن ماجہ کی موضوع احادیث میں شمار کیا ہے ،

علامہ عراقی نے بھی تخریج احیاء العلوم میں اس حدیث کو صرف ضعیف کہا ہے موضوع نہیں کہا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

" حدیث صلاۃ لیلۃ النصف باطل ولابن

؎ تقریب التہذیب ص ۳۴۱

ماجة من حديث علی « اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها واسناده ضعيف» [1]

نصف شعبان کی شب پڑھی جانے والی نماز کی حدیث باطل ہے، البتہ ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نصف شعبان کی شب آئے تو رات کو شب بیداری کرو اور اگلے دن روزہ رکھو اس کی سند ضعیف ہے۔

قاضی شوکانی بھی اس حدیث کو صرف ضعیف قرار دیتے ہیں موضوع نہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

« ولابن حبان من حديث علی ، اذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليها وصوموا نهارها ضعيف » [2]

ابن حبان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نصف شعبان کی شب آئے تو رات کو شب بیداری کرو اور اگلے دن روزہ رکھو، یہ حدیث ضعیف ہے۔

صدیقی صاحب کی دروغ گوئی اور خیانت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کی سندی حیثیت ملاحظہ فرمائیے

[1] اتحاف السادة المتقين ج ۳ ص ۷۰۶ ، [2] الفوائد المجموعۃ ص ۵۱

کے بعد اب قارئین صدیقی صاحب کی دروغ گوئی اور خیانتیں ملاحظہ فرمائیں۔

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"ابن عدی کامل میں اور ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔" ؎۱

صدیقی صاحب نے اپنی تحریر میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے اس لیے کہ ابن عدی نے کامل میں ابن ابی سبرہ کی اور روایات تو ذکر کی ہیں لیکن یہ روایت سرے سے ذکر ہی نہیں کی منکر کہنا تو دور کی بات ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں یہ روایت ذکر تو کی ہے لیکن اسے منکر قرار نہیں دیا، لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ صدیقی صاحب نے یہ کہہ کر کہ "ابن عدی کامل اور ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں یہ روایت منکر ہے" سرے سے جھوٹ بولا ہے۔

صدیقی صاحب میزان الاعتدال کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یہ شخص پہلے شیعہ تھا نفس زکیہ کے ساتھ مل کر اس نے خلیفہ منصور کے خلاف بغاوت کی، بغاوت کی ناکامی کے بعد یہ قید کر دیا گیا، تقریباً چھ ماہ بعد مدینہ کے کچھ غلاموں نے قید خانے پر حملہ کر کے قیدیوں کو آزاد کر دیا جس میں یہ بھی آزاد ہوا، آزاد ہوتے ہی یہ مسجد کے منبر پر چڑھ گیا اور خلیفہ منصور کی تعریف میں فرضی روایات سنانی شروع کر دیں، جس پر منصور نے خوش ہو کر اسے قاضی بنا دیا، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۵۰۳" ؎۲

؎۱ شب برات کیا ہے ص ۵۰

؎۲ ایضاً ،، ،، ص ۵۰

قارئین کرام صدیقی صاحب نے میزان الاعتدال کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے اس میں انتہائی خیانت اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ میزان الاعتدال میں کہیں نہیں لکھا ہوا کہ " یہ شخص پہلے شیعہ تھا " اسی طرح میزان میں یہ بھی نہیں ہے کہ " آزاد ہوتے ہی یہ مسجد کے منبر پر چڑھ گیا اور خلیفہ منصور کی تعریف میں فرضی روایات سنانی شروع کر دیں " چنانچہ ہم میزان الاعتدال کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں دیکھئے اس میں کہیں ان باتوں کا اتہ پتہ ہے ؟

علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں :

" وكان قد خرج على المنصور مع ابن حسن وكان تحت يده صدقات فامدّ ابن حسن باربعة وعشرين الف دينار. فاسر ابو بكر وسجن مقيّدًا ثم وقع هياج بالمدينة بعد اشهر فكسر عبيد المدينة السجن واخرجوه وارادوا فك قيده فقال هذا ما يفوت ثم وقف وخطب في اسفل المنبر وحرّض الناس على الطاعة وحذّر من شق العصا فرعى ذالك له المنصور وقال قد اساء ثم احسن ثم ولى القضاء " [1]

ابن ابی سبرہ نے حضرت (محمد بن عبداللہ) بن حسن کے ساتھ مل کر خلیفہ منصور کے خلاف خروج کیا تھا، ان کے قبضہ میں بہت

---

[1] میزان الاعتدال ج ۴ ص ۵۰۳

سے عطیات تھے چنانچہ انہوں نے اُن میں سے چوبیس ہزار دینار
بطور امداد حضرت (محمد بن عبداللہ) بن حسن کو دیے تھے اسی جرم
سے ابن ابی سبرہ کو گرفتار کر کے بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا گیا تھا،
پھر کچھ ماہ بعد مدینہ طیبہ میں لڑائی ہوئی تو مدینہ طیبہ کے چند غلاموں
نے قید خانے کو توڑ کر ابن ابی سبرہ کو نکال لیا اور ان کی بیڑیاں کھولنے
لگے۔ ابن ابی سبرہ نے کہا ....

پھر ابن ابی سبرہ کھڑے ہوئے اور منبر کے سبب سے
پچھلے حصے میں خطبہ دیا جس میں لوگوں کو طاعت پر ابھارا اور
لاٹھی کے شق ہونے سے ڈرایا۔ خلیفہ منصور نے اس وجہ سے اُن کا
خیال کیا اور کہا کہ انہوں نے پہلے برا کیا تھا اب اچھا کیا، پھر انہیں
عراق کی قضاء کا منصب عطا کر دیا۔

ملاحظہ فرمائیے علامہ ذہبیؒ کے اس بیان میں کہیں دُور دُور تک بھی اشارہ
ملتا ہے کہ ابن ابی سبرۃ شیعہ تھے۔ اور انہوں نے رہا ہونے کے بعد منصور کی
تعریف میں فرضی روایات سنائی تھیں ؟

اصل بات یہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ
ابن ابی سبرۃ نے منصور کے خلاف اہل بیت کی مدد کی تھی جو سبب بنا تھا اُن
کے قید ہونے کا۔ چونکہ صدیقی صاحب شیعہ فوبیا کا شکار ہیں اس لیے ایک تو
انہوں نے ابن ابی سبرۃ کے اہل بیت سے اس تعاون کو دیکھتے ہوئے انہیں
شیعہ بنا دیا دوسرے اُن کے متعلق یہ جھوٹا بیان داغ دیا کہ "آزاد ہوتے
ہی مسجد کے منبر پر چڑھ گیا اور خلیفہ منصور کی تعریف میں فرضی روایات
سنانی شروع کر دیں۔"

صدیقی صاحب آگے لکھتے ہیں :

" علامہ ابوالحسن سندھی اپنی شرح ابن ماجہ میں اور ھیثمی مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں کہ امام احمد اور امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا اس لیے یہ حدیث موضوع ہے ، ابن جوزی نے بھی اسے موضوع قرار دیا ہے اور یہ روایت ابن ماجہ کی موضوعات میں شمار ہوتی ہے " ۔ ؎۱

صدیقی صاحب نے اپنے اس بیان میں بھی انتہائی دروغ گوئی سے کام لیا ہے اس لیے کہ نہ تو علامہ ابوالحسن سندھیؒ نے شرح ابن ماجہ میں اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور نہ ہی علامہ ھیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں ، یہ صدیقی صاحب کا ان شخصیات پر افترا ہے جس سے یہ اکابر بری ہیں ، ہم علامہ ابوالحسن سندھیؒ کی اپنی عبارت پیش کرتے ہیں ؛

قارئین اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ صدیقی صاحب نے اس کا کیا بتنگڑ بنایا ہے ۔

علامہ سندھیؒ رقمطراز ہیں :

" وفی الزوائد اسنادہ ضعیف لضعف ابن ابی سبرۃ واسمہ ابوبکر بن عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی سبرۃ قال فیہ احمد بن حنبل و ابن معین یضع الحدیث " ؎۲

؎۱ شب برات کیا ہے ص ۵ ۔

؎۲ شرح سنن ابن ماجۃ ج ۱ ص ۴۲۱

زوائد میں ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں
ایک راوی ابن ابی سبرہ ہے جو ضعیف ہے ان کا نام ابوبکر بن
عبداللہ بن محمد بن ابی سبرہ ہے ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل
اور امام یحییٰ بن معین کا کہنا ہے کہ یہ حدیث گھڑ لیتے تھے۔

ملاحظہ فرمایئے علامہ سندھیؒ اس روایت کی سند کو "الزوائد" کے حوالے
سے ضعیف لکھ رہے ہیں اور صدیقی صاحب علامہ سندھیؒ کے متعلق یہ جھوٹ
بول رہے ہیں کہ انہوں نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے حالانکہ انہوں نے
روایت کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا ہاں سند کو ضعیف قرار دیا ہے روایت
اور سند میں جو فرق ہے وہ کسی بھی علم حدیث سے مس رکھنے والے شخص پر مخفی
نہیں ہے، معلوم نہیں صدیقی صاحب اس فرق سے آشنا تھے یا نہیں؟

"مجمع الزوائد" ہم نے ساری چھان ماری اس میں اس حدیث کا نام و
نشان بھی نہیں ہے چہ جائیکہ علامہ ہیثمیؒ کا اسے موضوع قرار دینا، باقی علامہ
سندھیؒ نے جو صاحب زوائد سے یہ نقل فرمایا ہے کہ یحییٰ بن معین بھی ان کے
بارے میں یہ کہتے تھے کہ یہ حدیث گھڑ لیتے تھے، یہ صاحب زوائد کا وہم ہے
یحییٰ بن معین سے ابن ابی سبرہ کے بارے میں ایسی بات ثابت نہیں،

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ ابن جوزی نے بھی اسے موضوع قرار دیا ہے
یہ بھی جھوٹ ہے اسی لیے صدیقی صاحب نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ورنہ
صدیقی صاحب کے حواری اس کا ثبوت پیش کریں۔

اسی طرح صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "یہ روایت ابن ماجہ کی موضوعات
میں شمار ہوتی ہے" یہ بھی غلط ہے کسی نے بھی اسے ابن ماجہ کی موضوعات
میں شمار نہیں کیا، ورنہ ان کے حواری اس کا ثبوت پیش کریں۔

آگے صدیقی صاحب امام عبدالرزاق ؒ کے متعلق میزان الاعتدال کے حوالے سے زہر اگلتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ابن ابی سبرۃ سے روایت نقل کرنے والا عبدالرزاق بن ہمام ہے ، اگرچہ یہ حدیث کا امام تسلیم کیا جاتا ہے ، لیکن اس پر بھی محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ رافضی ہے اور آخر عمر میں اس کے دماغ نے جواب دے دیا تھا جس کی وجہ سے روایات میں غلط روایات شامل ہوگئیں ، امام احمد فرماتے ہیں اسے سنی سنائی کہیں زیادہ پسند تھیں ، میزان الاعتدال ۲ ص ۶۰۸ " سلہ

ایسے محسوس ہوتا ہے کہ آخر عمر میں خود صدیقی صاحب کے دماغ نے جواب دے دیا تھا اس لیے وہ بلا سوچے سمجھے جو چاہتے تھے لکھتے چلے جاتے تھے ، صدیقی صاحب نے اپنی اس تحریر میں دروغ گوئی اور خیانت سے کام لیا ہے ، اور اسے منسوب میزان الاعتدال کی طرف کر دیا ہے جس سے ہر پڑھنے والا یہ سمجھے گا کہ میزان الاعتدال میں ایسے لکھا ہوا ہے لہٰذا وہ معتبر ہوگا ، حالانکہ میزان الاعتدال میں ایسے ہرگز نہیں لکھا ہوا ۔

صدیقی صاحب کا کہنا ہے کہ " اس پر بھی محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ رافضی ہے " یہ بالکل جھوٹ ہے محدثین کا ہرگز اس پر اتفاق نہیں ہے چنانچہ ہم اس سلسلہ میں محدثین کے اقوال نقل کرتے ہیں جن سے صدیقی صاحب کی اس بات کی تردید ہوتی ہے ۔

امام احمد بن حنبل ؒ کے صاحبزادے عبداللہ ؒ کہتے ہیں :

سلہ شب برات کیا ہے ص ۵۰

سألت ابی عبد الرزاق یفرط فی التشیع ؟ فقال اما انا فلم اسمع منه فی هذا شیئاً ولکن کان رجلا یعجبه اخبار الناس[1]

میں نے اپنے والد سے عبد الرزاق کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ تشیع میں غلو سے کام لیتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ بھی میں نے تو ان سے اس بارے میں کچھ بھی نہیں سنا ہاں مجھے اس قدر معلوم ہے کہ وہ احادیث سے بڑا شغف رکھتے تھے ،

علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں :

" ونقموا علیه التشیع وما کان یغلو فیه بل کان یحب علیا رضی الله عنه ویبغض من قاتله ، وقد قال سلمة بن شبیب سمعت عبد الرزاق یقول : والله ما انشرح صدری قط ان افضل علیا علی ابی بکر و عمر وکان رحمه الله من اوعیة العلم ، "[2]

محدثین نے آپ پر تشیع کا الزام لگایا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اس میں غلو نہیں کرتے تھے ، بات صرف اتنی ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے اور ان کے قاتل سے نفرت ، سلمہ بن شبیب (عبد الرزاق کے شاگرد) کہتے ہیں

---

[1] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۱۰

[2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۶۴

کہ میں نے عبدالرزاق سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کی قسم مجھے کبھی بھی اس پر شرح صدر نہیں ہوا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دوں۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق علم کا خزانہ تھے۔

محدث احمد بن الازہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سمعت عبدالرزاق یقول افضل الشیخین بتفضیل علی ایاھما علی نفسہ ولو لم یفضلھما لم افضلھما، کفی بی ازراءً ان احب علیاً ثم اخالف قولہ۔ ؎

میں نے امام عبدالرزاق کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہوں کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے اوپر فضیلت دی ہے ہاں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں اپنے اوپر فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا، میری برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ میں جناب علی رضی اللہ عنہ سے محبت کروں اور ان کی بات کی خلاف ورزی کروں۔

قارئین محترم: یہ ہے حقیقت امام عبدالرزاقؒ کے شیعہ ہونے کی محدثین ان کے شیعہ ہونے کی تردید کر رہے ہیں، صدیقی صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے رافضی ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

؎ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۱۲

بات وہیں آجاتی ہے کہ چونکہ صدیقی صاحب بغض علیؓ کا شکار ہیں اس لیے انہیں حبّ علیؓ میں سرشار ہر فرد رافضی نظر آتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ پر جب کچھ لوگوں نے رافضی ہونے کا الزام لگایا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا

سہ لو کان حب آل محمد رفضا
فلیشهد الثقلان انی رافض

اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا مطلب رافضی ہونا ہے
تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

ناصبی لوگوں کا وطیرہ ہے کہ ہر محبِ اہلبیت کو رافضی قرار دے دیتے ہیں یاد رہے کہ امام عبدالرزاقؒ کو رافضی قرار دینے والے پہلے شخص جوزجانی ہیں جو خود ناصبی ہیں، چونکہ صدیقی صاحب خود بھی ناصبی ہیں اس لیے انہیں ہر محبِ اہلبیت رافضی نظر آتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام عبدالرزاقؒ کے حافظہ میں آخر عمر میں فرق آ گیا تھا، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس وجہ سے ان کی تمام روایات کو رد کر دیا جائے، ہاں اصول کے مطابق ان کی اخیر عمر کی روایات کے بارے میں جرح کی جا سکتی ہے، مگر وہ بھی احادیثِ احکام و عقائد میں (وہ بھی اس صورت میں جبکہ ان کا کوئی متابع نہ ہو) نہ کہ احادیثِ فضائل میں،

یہی وجہ ہے کہ تمام اصحابِ صحاح ستہ نے آپ سے روایت لی ہے اور آپ کی وجہ سے ان احادیث پر کوئی جرح نہیں کی، ابن ابی سَبْرہؒ نے جو آپ سے روایت لی ہے وہ آپ کے ابتدائی دور کی ہے جو حافظہ میں اختلاط سے پہلے کا دور ہے، کیونکہ امام عبدالرزاقؒ کی وفات ۲۱۱ھ میں ہوئی ہے جبکہ ابن ابی سبرہ کی وفات ۱۶۲ھ میں امام عبدالرزاقؒ کی وفات سے ۴۹ برس پہلے ہوئی ہے

صدیقی صاحب یہ جو لکھتے ہیں کہ "امام احمد فرماتے ہیں اسے حدیثی شناتی نہیں زیادہ پسند تھیں" یہ انہوں نے امام احمدؒ کے قول کا مطلب غلط لیا ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ کا اصل قول پیش کر کے اس کا جو مطلب دیگر مترجمین نے بیان کیا ہے وہ ذکر کرتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اما انا فلم اسمع منه فی هذا شیئاً ولکن کان رجلا یعجبه اخبار الناس" [1]

مولانا ضیاء الدین صاحب اصلاحی، رفیق دار المصنفین اعظم گڑھ اس قول کا مطلب یہ تحریر فرماتے ہیں:

"امام احمد سے ان کے صاحبزادے عبداللہ نے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے کانوں نے ان سے اس طرح کی کوئی بات نہیں سنی ہے، ان کے بارے میں مجھ کو صرف اس قدر معلوم ہے کہ وہ احادیث سے بڑا شغف رکھتے تھے" [2]

ملاحظہ فرمایئے صدیقی صاحب نے ایک سیدھی سی بات کو کیا سے کیا بنا دیا۔

صدیقی صاحب کے بہتانات

صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

"ان روایات میں جس نزول الٰہی کا بار بار ذکر ہو رہا ہے وہ کسی رات

---

[1] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۰

[2] تذکرۃ المحدثین جلد اول ص ۴۴

کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ نزول ہر رات تہجد کے وقت ہوتا ہے ان صوفیار نے اسے ایک رات کے ساتھ مخصوص کر کے لوگوں کو تہجد کی نعمت سے محروم کر دیا اور اس طرح اسلام کو فائدے کے بجائے نقصان پہنچایا" ؎

صدیقی صاحب نے اس بیان میں صوفیار پر بہتان باندھا ہے، صوفیائے نزول الٰہی کو قطعاً اس رات کے ساتھ مخصوص نہیں کیا وہ ہر رات میں نزول الٰہی کے قائل ہیں، البتہ اس رات اور عام راتوں میں فرق کرتے ہیں وہ یہ کہ اس رات شروع رات ہی سے نزول الٰہی ہوتا ہے اور عام راتوں میں اخیر شب کے اندر، اور یہ فرق خود احادیث میں موجود ہے، صدیقی صاحب کے حواریین میں ہمت ہے تو صدیقی صاحب کے اس دعوے کو کہ صوفیار نے اسے ایک رات کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے، دلیل سے ثابت کریں، ورنہ ہم اسے صوفیار پر بہتان سمجھنے میں مجبور ہوں گے۔

صدیقی صاحب کا یہ کہنا کہ "صوفیار نے لوگوں کو تہجد کی نعمت سے محروم کر دیا" یہ خود اپنا منہ چڑانے کے مترادف ہے صدیقی صاحب کو ایسی بات کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے تھی اس لئے کہ صدیقی صاحب تہجد تو کیا عام نمازیں بھی نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ کراچی کے عوام و علمار اس کے شاہد ہیں اس طرح انہوں نے اپنے طرز عمل سے نہ جانے کتنے افراد کو تارک نماز بنایا ہوگا۔ اور وہ الزام لگا رہے ہیں صوفیا رکرام پر کہ انہوں نے لوگوں کو تہجد کی نعمت سے محروم کر دیا، حالانکہ صوفیار کے نزدیک کوئی صوفی ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ تہجد کا پابند نہ ہو انہوں نے لوگوں کو تہجد سے کیا روکنا تھا ان کی تو دعوت ہے کہ فرائض کے

؎ شب برات کیا ہے ص ۵

ساتھ نوافل پر بھی عمل کیا جائے تاکہ قرب نوافل والی حدیث کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

کچھ آگے چل کر صدیقی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

" احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر آخر عشرہ میں ہوتی ہے اسی لیے ارشاد رسول ہے " رمضان کے آخر عشرے میں اسے تلاش کرو " لیکن افسوس کہ حنفیت کے دعویداروں نے شب قدر کو ستائیس کے ساتھ مخصوص کر کے رمضان کی راتوں کی شب بیداری سے نجات حاصل کرلی " ؎۱

یہ بھی صدیقی صاحب کا احناف کثر اللہ سوادھم پر بہتان ہے ، احناف نے ہرگز شب قدر کو ستائیس کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ، بحمد اللہ احناف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرتے ہیں اور اسی کی جستجو میں اکیسویں شب سے اعتکاف کرتے ہیں ، ہاں البتہ ان بعض روایات کی بناء پر جن میں ستائیسویں شب میں شب قدر کے ہونے کا زیادہ احتمال بتلایا گیا ہے ، اس شب میں اور شبوں کی نسبت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں۔

صدیقی صاحب تحریر فرماتے ہیں :

" یہ چند روایات ہیں جو ہم نے بطور نمونہ پیش کی ہیں - اگر ہم تمام روایات پیش کر کے اس پر بحث کریں تو ایک تفصیلی کتاب درکار ہوگی ہم نے ہر روایت پر تفصیلی بحث اپنی کتاب " شب برات اور اس کی حقیقت " میں بیان کردی ہے جیسے دیگر روایات کی

؎۱ شب برات کیا ہے ص ۱۵

تحقیق مطلوب ہو وہ اس کتاب کا انتظار کرے" [1]

صدیقی صاحب کی شب برات سے متعلق بڑی کتاب کا تجزیہ

صدیقی صاحب کی اس کتاب کا ہم نے بغور مطالعہ کیا ہے۔ اس میں بجز بلف کے سوا کچھ نہیں، صدیقی صاحب نے جس دجل و تلبیس سے اس چھوٹے رسالے میں کام لیا ہے، اسی دجل و تلبیس بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر اس بڑی کتاب میں کام لیا ہے، یہ چھوٹا رسالہ اسی بڑی کتاب کا خلاصہ ہے، قارئین نے خلاصہ کی حقیقت جان لی اسی پر وہ بڑی کتاب کو قیاس کر لیں گے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حقیقت یہ ہے کہ صدیقی صاحب نے اصول حدیث سے صرف نظر کرتے ہوئے احادیث فضائل پر جرحیں کی ہیں حالانکہ جمہور محدثین و فقہاء احادیث فضائل میں توسع کے قائل ہیں اور ان پر ایسی جرحیں نہیں کرتے اگر صدیقی صاحب اس اصول کو مد نظر رکھتے تو اتنی بڑی کتاب لکھنے کی نوبت ہی پیش نہ آتی۔

صدیقی صاحب کی دھوکہ دہی

صدیقی صاحب رقمطراز ہیں:

"آخر میں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ محدثین و فقہاء نے شب براءت اور اس کی روایت کے بارے میں جو آراء پیش کی،

---

[1] شب براءت کیا ہے ص ۵۲

ہیں اور ان روایات پر جو تبصرے کئے ہیں وہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر دیں تاکہ قارئین کو یہ اندازہ ہو جائے کہ یہ کوئی ہماری خیالی رائے نہیں" الخ [1]

صدیقی صاحب نے اپنی اس تحریر کے مطابق صلاک سے صنک تک مختلف محققین کی آراء پیش کی ہیں، ہم نے اُن آراء کو حرف بحرف پڑھا ہے ان آراء میں ہمیں شب برات کے متعلق صدیقی صاحب کا جو نظریہ ہے اس نظریہ کی تائید میں قطعاً کوئی بات نہیں ملی، بعض محققین نے شب برات سے متعلق دو ایک حدیثوں کو ضعیف کہا ہے اس پر ہمارا بھی صاد ہے لیکن اس سے صدیقی صاحب کا نظریہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کا نظریہ تو یہ ہے کہ اس شب کی نہ کوئی شرعی حیثیت ہے نہ اس کی کوئی فضیلت یہ شیعوں کی عبادت کی رات ہے وہ اس رات میں تبرّا کرتے ہیں اس لیے یہ تبرے کی رات ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم قارئین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دوربین لگا کر دیکھ لیں کہ صدیقی صاحب کی پیش کردہ عبارتوں میں سے کسی بھی عبارت میں اُن کے نظریہ کی تائید نظر آتی ہے؟

دراصل صدیقی صاحب نے محققین کی یہ آراء پیش کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے اس لیے کہ ان آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر محقق شب برات میں پڑھی جانے والی مخصوص نماز کی تردید کر رہا ہے نہ کہ شب برات کی اور صدیقی صاحب ان آراء کو خاص شب برات کے خلاف

---

[1] شب برات کیا ہے ص ۵۲

پیش کر رہے ہیں، ہم بھی شب برات میں پڑھی جانے والی مخصوص نماز کو صحیح نہیں سمجھتے لیکن اس مخصوص نماز کے صحیح نہ ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ سرے سے شب برات کی حیثیت اور فضیلت کا تصور بھی صحیح نہیں ہے ؟

آگے صدیقی صاحب نے شب برات سے متعلق کوئی خاص بات نہیں لکھی اس لیے ہم بھی اپنی اس تحریر کو یہیں ختم کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے عوام کی ہدایت اور احقر کی نجات کا ذریعہ بنا دے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز وما علینا الا البلاغ المبین ۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم حوالت با خدا کردیم و رفتیم